

50213

MB

C\W\G

دنیا کی موجودہ کسماں بازاری کے اسباب

پروفیسر محمد حبیب الرحمن

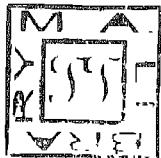
ایم - اے - (علیگ)

الہ آباد

تبلیغاتی اکیڈمی - یو - پی

۱۹۳۲

دنیا کی موجودہ کسماں بازاری کے اسباب



پروفیسر محمد حبیب الرحمن

ایم - اے - (علیگ)

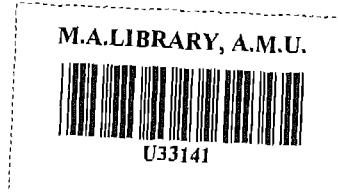
الد آباد

شہزادی اکیڈمی - یو - پی

۱۹۳۷

Published by
The HINDUSTANI ACADEMY, U. P.
Allahabad.

First Edition : 500 Copies.
Price Eight Annas.



Printed by
M. Ghulam Asghar, at The City Press
Allahabad.

CHECKED-2002

لارنچ لائبریری

”دنیا کی موجودہ کسان بازاری کے اسباب“

(۱)

اب سے کم و بیش ایک صدی قبل بلی نوں انسان کی مادی خوشحالی میں جو چیز سب سے بڑی رکاوٹ نصود کی جاتی تھی ۱ وہ اضافہ آبادی کا درجہ تھا۔ خاص کر مالتوں نے جس شکل میں نظریہ آبادی کو بیپھن کیا ۲ وہ بالشبہ حوصلہ مند افراد کے لئے بہت ہی ملایوس کرنا تھی۔ خیال یہ تھا کہ انسان جد و جہد کر کے جس قدر زیادہ دولت پیدا کرتے ہیں اُسی قدر بلکہ اُس سے زیاد سرعت کے ساتھ اُن کی بعد میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور اس وجہ سے اُن کی معماشی حالت میں کوئی محدودی نہیں ہو سکتی اور اُن کے معیار زندگی میں کوئی دیر پا بلندی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ جب ہماری ترقی ہی میں ہماری بستی کے اسباب ضمیر ہوں تو بڑے سے بڑے سورمناں کا بھی ہوتا ہے جاننا حق بحاجت نہ ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے یہ مالتوں کا ایجاد کردا ہو تو اصلیہ نہیں ہے بہت دور اور مخفف ایک وہی تخلیل تابوت ہوا۔ اب تم یہ جانتے ہیں کہ کوئی آبادی میں اضافہ ہوتا ہے ناہم یہ ضروری نہیں کہ اُسی دفتر سے ۳ وہ جو مالتوں نے فرض کی تھی۔ لیکن نہیں بلکہ موجودہ زمانے میں ایسے ممالک کی مثالیں ہمارے سامنے مارے گئے ہیں جہاں آبادی ایک خاص حد تک اپنے پنج کر دک گئی ہے اور کوئی عجہ ب نہیں کہ آئندہ اس میں اضافہ کے بجائے نخنیف نہ ہونے لگے۔ اس کے مالا مالا گھاشۂ سو قیروہ سو سال کے اندر انسان کو قدرتی وسائل پر جو غیر معمولی تصرف حاصل ہوا ہے اور پیدا ہوں دولت کے لئے حلوقتی ایجاد کرنے میں اُس نے جو

غیر معمولی ترقی کی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مستقبل سے اس قدر مایوس ہوں ۔ چنانچہ اُن امور کا خیال کر کے بعض ذی فہم لوگوں نے مالتوس کے بہوت سے خوف زدہ ہونے کے بھائے اُسے شیشے میں انداز کی کوشش کی اور حسن انتاق سے اس نمرض کے لئے ایک موثر عمل بپی اُن کے ہاتھ لگ گیا ۔ فرانسیسی زبان کے دو لفظ یعنی Laissez Faire (آزادہ رہی) اس بہوت کو شیشے میں بند کر کے لئے کم از کم حال نکل بہت کارگر ثابت ہوتے رہے ۔ عملی نقطۂ نظر سے اس تدبیر کا خلاصہ یہ نہا کہ ہر ملک کی حکومت اپنے باشندوں کی کاروباری (نہادگی سے جہاں تک ممکن ہو عملیات) رہے ۔ جان و مال کی حفاظت کے لئے ضروری توانیں نافذ کرنے اور کاروبار کی سہولت کے لئے بعض عام تدبیریں اختیار کرنے کے علاوہ حکومت ملک کے مختلف طبقوں کی معاشی جدوجہد میں قطعاً دخیل رہے ہو بلکہ باشندوں کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دے اور ہر شخص کو اس بات کی کامل آزادی دے رکھے کہا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے جو کام جس طور پر کرنا چاہے ۔ خیال یہ نہا کہ صرف اسی طرز عمل کی بدولت ملک کے عام منشاد میں زیادہ سے زیادہ ترقی ہو سکتی ہے اور باشندوں ملک کی مادی خوشحالی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ حاصل کیا جاسکتا ہے ۔ بظاہر تو یہ نظر آتا ہے کہ ہر شخص اپنے ذاتی نفع کے پیچھے پڑا ہوا ہے ، لیکن بحکمت مجہہ وعی ملک کے عام منشاد کو بڑھانے کا بھی دراصل یہی کارگر طریقہ ہے ۔ بالذات دیگر کوئی شخص کیسے معاش کا کوئی ایسا راستہ اختیار نہیں کرسکتا جس کی بدولت دوسرے اشخاص کو کچھ نہ کچھ بالواسطہ فائدہ نہ پہنچے ۔ گویا اس طور پر ماحصلت و میثاق کا سب سے بڑا محرک یعنی ذاتی نفع کی خواہش ، منشاد ہمارے کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ یعنی جاتی

۔ ایسے نظام معیشت کے تحت یہ ضرورت ہی باقی تھا (ہتھی کہ کسی ایک مرکز سے تمام افراد کی جدوجہد پر نکلا (کھی جائے اور حتی الوضع اُسے قابو میں رکھا جائے ۔ جب ہر قوم اپنے محدود دائرہ عمل کے اندر ذاتی نفع کی دار پر چل کر غیر محسوس مگر قطعی طور پر منفاذ عامہ کو اگئے بڑھاتا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ کوئی یا اقتدار ادارہ ایک مرکز سے تمام ملک کی پیدائش و تقسیم دولت کا انتظام کرے ۔ خاص کر ایسی حالت میں جب کہ ایسے اجتماعی انتظام سے یہ اندیشه لٹا ہوا ہو کہ اس کی بدولت انحرافی جدوجہد کا عالمگیر اصول اور ذیر دست محرک کمزور ہو جائیگا ۔

انیسویں صدی کے اکثر و بیشتر حصہ میں انحرافیت کے اس طریقے نے بلاشبہ بڑی شاہدار کامیابیاں حاصل کیں ۔ سائلس کی حیرتناک ترقی، نئی نئی ایجادوں کا لامتناہی سلسلہ، قدرت پر انسان کا دور افزون تصرف، مادی تہذیب کی وہ عظیم الشان عمارت جس کے اندر کتوڑوں انسان داحمت و آدم کے ایسے ذرائع سے بہراً وہ ہیں جو زمانہ سابقہ میں امراء اور بادشاہوں کو نصیب نہیں نہ ہے؛ یہ تمام ترقیات انسان کو اسی خود بخوب جملے والے، آزاد، انحرافی، غیر مرکزی اور بے ترتیب نظام معیشت کے تحت حاصل ہوئیں ۔

لیکن چندک اس طریقے کی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا اور اس کی ناقابل انکار کامیابیاں نظرؤں کے سامنے آئی رہیں اسوقت مک کسی کی یہ شہمت نہ یوں کتنی تھی کہ اُسکے شوق پر کسی قسم کا کوئی اعتراض یا اسکی صحت اور خوبی کو نسلیم کرنے میں ذرا بھی چون و چرا کرسکے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکے بلیادی نتائص ایکا مدت تک نظرؤں سے پوشیدا رہے اور کسی کو یہ دریافت کرنے کی صورت ہی

محسوس نہ ہوئی کہ آیا اس طریق معیشت کی یہ صانت کہ وہ بغیر کسی مرکزی ترتیب اور نیروای کے خود بخود تھیک اور ملاسب طور پر چلتا رہتا ہے ، اُسکی ذات کے ساتھ وابستہ ہے یا یہ کہ وہ مختص جلد انفاقی ، شہر مستقبل اور عارضی حالات کا نتیجہ ہے ۔

واضح ہے کہ طریق اندرادیت کے عین عروج کے زمانے میں بھی
پرد وس نگاہیں اُسکے بنیادی مفروضات کی ہے حقیقتی اور اسکی کامیابی
کے شرائط کے عارضی وجود کو بہچان چکی نہیں ، لیکن اسکی کامیابی
بے مقابل اسکے نتائص کے استدار کثیر اور ایسی بدیہی تھیں کہ عام
نما ہیں نہ خود ان نتائص کو دیکھ سکتی تھیں اور نہ درسرے دیکھ لے
والوں کے اتوال پر کان دھرنے کیلئے نیار تھیں - وونہ حقیقت یہ ہے
کہ ابتدائی زمانے سے ہی حالات کی بتدریج تبدیلی کے ساتھ ساتھ
ذاتی منافع اور مفاد عامہ کی یکسانیت کا منفوضہ جو کہ اس آزاد
طریق معیشت کا سنگ پلیاد ہے ، وقتاً قوتاً مشتبہ نظر آنے لگا نہا ۔
لیکن جب کبھی کسی آزاد خیال اور ملچھے شخص نے اس مقدمہ
عام مسئلک کی اضافیت کی طرف لوؤں کو متوجہ کرنے کی کوششیں کی ،
اُسے یہ کہکر خاموش کر دیا گیا کہ یہ مختص چاد مستشایفات ہیں
جو اصلی نظریہ کو کمزور کرنے کے بجائے اسکی صحت و صداقت کا مزید
ذمہوت ہیں - توضیح کیلئے ہم دو تین مثالوں پر عوہ کریں گے - جب
صلحتی انقلاب کی بدولت پیدا یہیں دولت کے جدید طبقوں کا آغاز ہوا
اور جھوٹے جھوٹے کاریگا ، اپنا اپنا کاروبار بلد کر کے بڑے کار خانوں
میں بحیثیت سوزوروں کے اجرتوں پر کام کرنے لگے تو طریق اندرادیت
کے مطابق افراد کو ان کی کاروباری زندگی میں آزاد جھوڑ دیلے اور ذائقے
نہیں کی دھنسائی میں اپنا ذیعہ معاش منتخب کرنے کی اجازت

دیلے کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان کے کارخانوں میں کم من بچوں اور ان کے محتاج مان بانپ پر وہ انتداد بری کے حکومت کو بہت جلد مزدوروں اور اجیزوں کے باہمی تعلقات میں قوانین کارخانہ چانت کے ذریعہ سے دوز افراد دخل دینے کی ضرورت مستحبہ ہوئی - اسکے علاوہ جب مزدوروں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ان کا افلس اور انتشار ان کو اپنی محلات کے ثمرات سے کماحت میں مشتبہ نہیں ہونے دیتا بلکہ ان کی پیدا کی ہوئی دولت کا اکثر و بیشتر حصہ دوز افراد ملکیت کی شکل میں فریق تانی کے قبضے میں چلا جاتا ہے تو انہوں نے اپنی کمزوریوں کے اسباب کو دور کرنے کی کوششیں کیں اور مزدور سبھائیوں تانیم کر کے اس مقصد میں ایسی عظیم الشان کامیابی حاصل کی کہ اب نہ آزاد مسابقت ہی قائم رہی اور نہ افراد کیاٹے ' ذاتی مفاسد' کی دھنمنائی میں اپنے اپنے حساب ملکشاء کام کرنے کا امکان باقی رہا - یہی نہیں بلکہ زمانے کی ترقی اور پرانے حالات کی نبہیلی کے ساتھ ساتھ حکومت اپنی دعا یا کی کاروباری دنگی میں براہ راست اور دوز افراد دخل دینے پر مجبور ہوئی گئی اور برایر ہوتی جا رہی ہے - چنانچہ نیام تروی یاتھ ممالک میں منت تعليم ' مفلسوں کی بودھ ' اور بیکاروں کی امداد ' ضعیفوں کی دیکھ ' بھال اور اسی قسم کے گونائوں کام حکومت کے سپرد ہیں جن کی سربراہی والا عام محاصل سے بالکل اسی طریقے پر کرتی ہے جس طریقے پر کہا وہ ملک کی صفائح کے لئے فوجیں اور اندرونی امن و امان کے لئے دلوں اور عذالتیوں برقرار رکھتی ہے - ایک اور براہ راست اسی طریقے پر کہا جاتا ہے کہ اسی طریقے پر کہا جاتا ہے ' وسائل نقل و حمل کی دوز افراد سہولت ہے - آج کل تقریباً ہر ملک میں ہزاروں بلکہ لاکھوں باشندوں کے ذرائع معاش دوسرے ممالک کے

حالات سے ناگزیر طور پر وابستہ ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی ایک ملک میں کسی وجہ سے کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے تو اس کا انواع متعدد دوسرے ممالک پر پڑتا ہے : ہندوستان میں دوئی کی فصل خراب ہوتی ہے تو جایان کے پارچے باف بیچنے نظر آتے ہیں ، کلادا اور آسٹریلیا میں ٹہروں کی کاشت پھیلتی ہے تو امریکہ اور آرجنٹائن کے کاشتکار متنازع ہوئے بغیر نہیں دھتے ، انگلستان اور اس کی تو آبادیات میں ترجیحی تجارت کے معاهدے ہوتے ہیں تو ساری دنیا میں ایک کوہلمبی میج جاتی ہے ، قرانس اور دیاستہائی متحدة امریکہ میں دنیا کے کل سونے کی تین چونھائی مقدار اکھتی ہو جاتی ہے تو تمام دنیا کی تجارت خارجہ درہم برہم ہو جاتی ہے ، روس اپنی شہرہ آفغان پلچسالہ اسکیدم پر عامل ہوتا ہے تو یودپ و ایشیا کی دوسری حکومتوں اپنی اپنی جگہ پر سیسی ہی جاتی ہیں ، انگلستان معیار طلاء کو چھوڑ کر اپنے ذکری قدر کو گرا دیتا ہے تو ہندوستان سے سونے کی برآمد کا ایسا سلسہ شروع ہو جاتا ہے جو کسی طرح ملقطع ہوتا نظر نہیں آتا ، انگلستان اور امریکہ اپنے قرضے پچاتے ہیں تو ہندوستان سے لد لد کر چاندی دوانہ کی جاتی ہے - غرض اس قسم کی سیکڑوں مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں جن سے ہم یہ اندازہ لکھ سکتے ہیں کہ کچونکر گذشتہ چند سال کے اندر کرہ زمین کے مختلف حصوں میں دھلے والوں کے اغراض و منداد ناقابل انداز کا طریقہ پر ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہو گئے ہیں - گزشتہ جلگا عظیم کے بعد سے تو یہ کیفیت اس قدر نمایاں ہو گئی ہے کہ اب کوئی ذی عقل انسان اس کی واقعیت سے انکار نہیں کرتا ، عام اذیں کہ ولا آسے اچھا سمجھتا ہو یا برا - لئے مثالیوں کو بیٹھ کرنے سے صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ بیسویں صدی عیسیٰ کے اس چوتھے عشرہ میں جن جن حالات و کیفیات کے اندر ہم زندگی بسرا کر دیے ہیں وہ Laissez Faire یا اصول غیر مداخلت کے

سواسر مخالفی ہیں ۔ جدید حالات و دچھائیں نے اس نظام معیشت کے دونوں اہم مسلمات کو صاف طور پر جھوٹا دیا ہے ۔ ہم بیان ہی طور پر یہ محسوس کرتے ہیں کہ آج کسی ملک کا نظم معیشت اپنے آپ نہیں چل سکتا ۔ بغیر حکومت کی مداخلت اور مرکزی انتظام اور ترتیب کے خود پرخود تھیک راستے پر جملنا تو درکلاو ، وا ایک دن کے لئے بھی برقرار نہیں رہ سکتا ۔ دوسرے یہ خیال کہ ذاتی مدافعت کی خواہیں میں افراد اپنے اپنے طور پر جو طریق عمل اختیار کرتے ہیں وا لارماً مفاد عامہ کے مطابق ہوتا ہے ، صریحاً یہ بذیاد ہے ۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں ، زمینداروں اور کسانوں ، دولتمہدوں اور مغلیسوں ، دولت پیدا کرنے والوں اور صرف کرنے والوں کے مقابلہ میں اغراض و مفاد کے مقابلے دو اور ہماری نظروں کے مقابلے آتے رہتے ہیں ۔ مزید برائی مختلف ممالک کے معاشی اغراض کا تصاصدم بھی کوئی مخفی شے نہیں ہے ۔ ایسی حالت میں کیونکر کسی حکومت سے توقع کرسکتے ہیں کہ وا اپنے باشندوں کے مفاد کو دوسروں کے دھم و کرم پر چھوڑ کو خود الگ بیٹھی رہیگی ۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب اصول عیور مداخلت سے انحراف کی مثالیں ہر ملک میں اس قدر کثیر اور ایسی اہم ہو گئی ہیں کہ انہیں منحص مسٹریٹیوں کو کم تلا نہیں جاسکتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مسٹریٹیوں نے اصلی نظریے کی سادی بدلیا دیں کوکپلی کردی ہیں اور اس کی ظاہری شکل بھی اس قدر مسخ کر دی ہے کہ جو ممالک اپنی دانست میں اس پر کارپڈہ ہوں ، وہاں بھی مشکل ہی سے اُس کی شناخت کی جاسکتی ہے ۔

یہ انتہ کا ہم نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ انیسویں صدی کے مدبرین نے دنیا کے معاشی امراض کے علاج کے لئے Laissez Faire کا جو سیدھا سادہ اور آسان ملتہ نجوبیز کر لیا تھا ، وہ منحص اضافی تھا ۔ یعنی

اس کی تائید چلد خاص حالات کے ساتھ وابستہ تھی ' جب تک وہ حالات برقرار رہے یہ ملتوں بھی موثر ثابت ہوتا رہا ' لیکن جب یہ حالات بدلتے شروع ہوئے لوگ اس تدبیر سے بھی بتدریج دست کھن ہونے لگئے ' حتیٰ کہ ایک ملک کی یعنی سوویٹھت (وس) سے تو اب اس ملک کا پورے طور پر اخراج ہو چکا ہے اور بقیہ ممالک میں اگرچہ ابھی تک اس پر عمل جاری ہے تاہم اس کا دائرة دوز بروز تدیگ ہوتا جا رہا ہے اور اس کا حریف مسلک جسے انگریزی میں Planning System کہا جاتا ہے اس کی جگہ مسلط ہو رہا ہے - لیکن اس نئے ملک کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ ایک طرف تو ہر ملک اپنے اپنے حدود کے اندر جس قدر چلد ممکن ہو سکے ' اس کو تکمیل پر ہونچانے کی کوشش کرے اور دوسرا طرف سماں ہی ساتھ تمام ممالک متفق ہو کر اپنے باہمی تعلقات کو بھی اُسی ملک کے مطابق تھالیت کی کوشش کریں - کیونکہ جب تک مختلف ممالک کا سونچ یچار کر کے اپنے باہمی اغراضی و مفہاد میں بجائی تصادم کے مطابقت یہاں کرنے کی کوشش نہ کریں گے اس وقت تک اس کرۂ ارض کے رہنے والوں کو باوجود قدرت پر دوز افزون غلبہ پانے کے امن اور چین کی زندگی نصیب نہیں ہو سکتی - چنانچہ موجودہ دوسری انسان گوناگون مصالح میں مبتلا ہیں اور باوجود فراوانی دولت کے جو افلاس اُن میں پہلا ہوا ہے ' اس کی سب سے بڑی ' سب سے اہم اور بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم سو دست ان دو مسلکوں کے بین بین ہیں ' یا یور کہئے کہ ہم ان میں سے کسی پر بھی تھیک طور پر قائم نہیں ہیں -

ان میں سے ایک تو وہی اپنے آپ چلتے والا قدیم طریق معیشت ہے جس کے تحت ذاتی نفع کی خواہیں ' آزاد میباشرت کے توسط سے تغیرات قیمت کی دلماجی میں ' خود پرخود انسانی ضروریات کی سربراہی کر دیتی ہے -

دوسرًا وہ جدید نظام معیشت ہے جس کے تحت آئندہ ضروریات کا قبل از قبل تخصیص دے کر کے ایک طرف تو دولت کی پیدائش کو اُسی کے مطابق ذہلاً اور قابو میں رکھا جاتا ہے اور دوسری طرف پیدا کی ہوئی دولت کو اپنے آپ تقسیم ہونے کیلئے نہیں چھوڑ دیا جانا بلکہ اُس کا بھی خاص طور پر انتظام کھانا جاتا ہے۔ اول الذکر یعنی اپنے آپ چلنے والے طریقے کی خاص خوبی یہ ہے کہ اسکے تحت ایک تو انسان کی پیدا آور قوتون کے لئے ذاتی نفع کی شکل میں ایک زبر دست محرک دستیاب ہو جاتا ہے۔ دوسرے انسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے، عام ازیں کہ وہ حقیقی ضروریت پر مبنی ہوں یا مخصوص تلوں محتاجی کا نتیجہ، زیادہ گنجائش نکل آتی ہے۔ لیکن اس طریقے کا سب سے برا نقص یہ ہے کہ اُس کے تحت اسیام، کسی طلب میں کوئی پابندی اور باقاعدگی نہیں دھتی جس کی وجہ سے دولت کی پیدائش اور اس کی نکاسی میں وقتاً فوقتاً سخت خلل واقع ہوتا ہے اور اس طور پر منیڈ اور نائزیر وسائل معاش بھروسیغ ضائع ہو جاتے ہیں۔ آخر الذکر طریقہ کی خوبیاں اور نقصائص اس کے بالکل بر عکس ہیں۔ نقص تو اس کا یہ ہے کہ اس کے تحت عام طور پر پیدائش دولت کا محرک نسبتاً ضعیف ہوتا ہے، لیکن اس کی خاص خوبی یہ ہے کہ جو کچھ وسائل اور پیدا آور قوتیں انسان کو میسر ہیں ان کو باقاعدگی اور کنایت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اور اس طور پر جو کچھ دولت پیدا ہوتی ہے اس کی تقسیم میں حتی الوضع انصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا جاتا۔ سر دست میں ان دو منتصاد طریقوں کی خوبیوں اور نقصائص کی تفصیل سے چندان سروکار نہیں ہے۔ بات جو قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ ہم حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ شیر محسوس طریقے پر سابقہ مسلک سے تو بہت کچھ ہمت کئے ہیں لیکن اس جدید

مسلمک کی طرف جس سرعت کے ساتھہ قدم بڑھانا چاہئے، نہیں بڑھا رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم اس درمیانی درد کے اندر دونوں مسلکوں کے فوائد سے محروم ہو گئے ہیں۔ قبل از قبیل سونچی ہوئی تجویزوں پر عمل کرنے سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں، وہ تو ابھی تک شماری دسترس سے باہر ہیں لیکن سرکاری نگرانی، خانگی مراعات اور اجادوں کی شکل میں ہم نے اس قدیم ایسے آپ چلے والے طریقہ کی دل میں بھائی ایسی دکاویں پیدا کر دی ہیں کہ جو فوائد آزاد مسابقت سے دولت صرف کرنے والوں کو حاصل ہوا کرتے تھے، وہ بھی ہمارے ہاتھوں سے چاچکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا آج کل ساخت فسططے میں مبتلا ہے اور اس پریشانی کے عالم میں انسانوں سے عجیب و غریب حرکتوں سر زد ہو دی ہیں۔ مثال کے طور پر ہم چلدے واتھات بھان کریں گے جو اُمید ہے کہ دلچسپی کا باعث ہونگی۔

ہم جانتے ہیں کہ گذشتہ چلد سال سے دنیا کے سب سے زیادہ دولتمہد خطوں یعنی یورپ و امریکہ میں لاکھوں بلندگان خدا کو منحصر اس وجہ سے پیٹ بھر کھانا نہیں مل دھا ہے کہ کیوں خریدنے کے لئے اُن کے پاس کافی ذر موجود نہیں ہے مگر انہیں ممالک کی میں بہت سے کاشتکار منحصر اس وجہ سے کہ انہیں ایسے کیوں کی مدد اسی تیہمت نہیں ملتی، اس کی کثیر مقدار یا تو کوڈاموں میں بیدار ڈال رکھتے ہیں یا اکر اسکے مصادف بھی ناقابل برداشت ہونے لگیں تو اسے یونہی پہکار جلا ڈالتی ہیں اور آئندہ فصلوں کے لئے کاشت کا وقبہ کھٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ یورپ میں لاکھوں ملیس انسان سردی میں تھہرتے رہیں اور بربادیل میں اعلیٰ درجہ کی قہوہ بیل کے انجلیوں میں جلا دی جائے اور حکومت یہ حکم نافذ کر دے

کہ آئیلڈہ تین سال تک قہوہ کا کوئی نیا پودا نہ لگایا جائے ۹ کس قدر حیوں کی بات ہے کہ جرمی میں لاکھوں مرد اور عورتیں گوشہ کو نرستہ رہیں اور اس کے پروں کے ملک قنسارک میں تھائیں لاکھہ بیل اور گایوں کو صرف اس وجہ سے ہلاک کر کے جلا دیا جائے کہ قنسارک کے کسان ان کا گوشہ جرمی کے ہاتھے نفع بخیل قیدمیت پر نہیں فروخت کر سکتے ! ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ ہالپندت میں ایک لاکھ سو ہلاک کر کے جلا دئے گئے اور پرتگال میں شراب کی کثیر مندار مسوریوں میں بہادی ٹھی ، مگر اس وجہ سے نہیں کہ وہ لوگ سور کا گوشہ کھانا اور شراب پینا حرام تصور کرنے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ ان چیزوں کا کوئی خریدنے والا نہیں - اسی طرح اسیدن کے باشون میں پہل درختوں ہی پر سر سر کر گئے ہیں اور ملایا مشوقی ، جزاں ہلد اور جلوبی امریکہ میں بزر درختوں سے یونہی بہا جا رہا ہے لیکن کیا مجال کے کوئی اسے اکٹھا کرنے کی گوشہ کرے - ریاستہائے متحدة امریکہ میں تو فوج کے سپاہیوں کو بھیج بھیج کر مزدودوں اور تاجروں کو تحمل کے چشمتوں سے نکلوا دیا گیا تاکہ وہ زمیں سے نیبل نہ نکالے پائیں - مغربی جزاں ہلاد میں میلوں نیشکر کے درختوں کی شہرپولی کھیتوں پر ہی کھڑے کھوئے ضائع ہو گئی اور ہلستان میں ہزارہا جوت کے پودوں کا بھی یہی حشر ہوا - مختلف ممالک میں تلوں صرفہ مچھلی دوبارہ سمندر کے حوالے کر دی گئی مگر یہو کے انسانوں کو کھانے کے لئے نہ مل سکی - غرض اسی قسم کی بیسیوں میڈالیں آپ کے سامنے پیش کی جاسکتی ہیں جن سے آپ کو معلوم ہوتا کہ کیونکر یہ تہذیب و تمدن کے علمبردار ، اپنی عقل و ذہانت پر گھملد کرنے والے اور بقیہ ساری دنیا کو بیوقوف سمجھتے والے ، خدا کی ان بیش بہا نعمتوں کو بیداری کے ساتھ ضائع کر رہے ہیں : اور وہ بھی ایسی حالت میں جبکہ انہیں کے بھائی بلد

سینکڑوں اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں تلاش معاش
میں حیران و پریشان لدھر اُدھر پھر دھے ہیں - ہم جانتے ہیں کہ آج
دنیا میں بیکاروں کی تعداد کا تخمینہ تپس ملین کیا گیا ہے - طرفہ
یہ کہ اس میں سے بارہ ملین صرف اُس ملک کے حصے میں اُئے ہیں جو
مسلمہ طور پر دنیا میں سب سے زیادہ دولتمند ہے ، جس کے بلکوں
میں ساری دنیا کے سونے کی قریب نصف متردار مستحفوظ
ہے اور دنپا کے بڑے بڑے ممالک جس کے قرضدار اور بالجنزار ہیں ۔
(یا ستمائی متحدة) امریکہ میں بارہ ملین اشخاص جو صرف چار سال
بیشتر طرح کے پیدا اور کاروبار میں لگے ہوئے تھے ، آج کام نہ ملنے
سے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے روتھوں کو محتاج ہیں - حالانکہ
اُنہیں کے حدود عملداری کے اندر لاکھوں من گیہوں گوڈاموں میں اور
کڑوؤں روپے کا سونا بلکوں میں بلکہ اور بیکار ہے - ایسی حالت میں
اگر کوئی مریخ کا دھنے والا اس کرۂ ارض کو ایک پائلیٹ خانہ اور اس پر
بسنے والوں کو ایک پائلوں کا آبواہ تصور کرے تو کیا ہم انصافاً اسے
متعصب کہ سکتے ہیں ؟

سوال یہ ہے کہ آخر اس عجیب و غریب صورت حال کے اسباب
کیا ہیں ؟

ہماری دائی میں سب سے اہم اور بذیادی وجہ تو وہی اہم جو ابھی
اوپر بیان کی جاچکی ہے ، یعنی سائنس کی ایجادات ، وسائل آمد و
ردت کی ترقی اور ہماری دوز افزوں معلومات ہمیں بدیہی طور پر یہ
بنلا دھی ہیں کہ یہ کرۂ ارض جس پر ہم زندگی بسر کرو دھے ہیں ، دراصل
ایک ہزار (لکائی) یا تباہ ہے اور اسلئے یہ ضروری ہے کہ اسکے گونائوں
معاملات کا انتظام کرتے وقت اس حقیقت کو نظر انداز نہ کیا جائے ۔

لیکن حالت یہ ہے کہ ہمیں باوجود ان بدیہی دجالات کے اپنی اس چھوٹی سی دنیا کے کوئی ستر چھوٹے بڑے حصے کر کھہ ہیں اور ولا بھی کسی معقول اصول یہ نہیں بلکہ مخصوص چند اتفاقی حوادث کی بنا پر اور لطف یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک حصہ اپنے آپ کو ایک بالکل علیحدہ دنیا بنانے کی فکر میں ہے ۔ وہ اپنے تمام معاملات کا خود فیصلہ کرنا چاہتا ہے اور دوسرے حصوں کے مشوروں کو مداخلت بیجتا اور اپنی قومی آزادی کے ملائی خیال کرتا ہے ۔ اسے مخصوص اپنے حدود کے اندر بستے والوں کے مفاد سے تعلق ہے اور اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ اس کے افعال و حرکات کا دوسرے حصوں کے افراد پر کیا انر پڑتا ہے بت قول مستقر ولز کے ”جن خیالات کے مطابق آجکل معاشی مسلک کی تشکیل ہو رہی ہے ، ان میں سے کچھ تو قرون وسطی سے تعلق رکھتے ہیں ، کچھ قدیم دو ماں کی شاہنشاہی کے زمانے سے چلے آئے ہیں اور کچھ تاریخ کا آغاز ہونے کے نیل کے ہیں ۔ لیکن ایسے خیالات پر جو دنیا کے واقعی حالات پر مبنی ہوں ، نہیں کہیں بھی عمل ہوتا نظر نہیں آتا ۔ کوئی با انتدار ادارہ اج ایسا نہیں ہے جو دنیا کی تجارت کو ترقی دینے کی کوشش کر رہا ہو یا جسے یہ تحقیق کرنے کا اختیار ہو کہ آیا دنیا میں مناسب اشیا کثیر سے کثیر مقدار میں پیدا اور صرف ہو رہی ہیں ۔ جو حکومتیں ہیں وہ مخصوص جائزی ہیں اور ان کی صرف یہ کوشش ہے کہ مخصوص اپنی قوم والوں کے لئے کوئی موقع اچھی اشیاء کے استعمال کا نہیں بلکہ نفع کسانے کا حاصل کریں اور وہ بھی ایسا نفع جو ان کے کوشش نہ کرنے کی صورت میں کسی اور ملک کے یاشدزوں کے حصے میں آتا ۔ ان حکومتوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ آیا انکا یہ طرز عمل بہ حیثیت مجموعی خود ان کی تجارت کی مقدار میں اضافہ کرتا ہے

(۱۲)

یا تخفیف، یا یہ کہ اس کی بدولت خود ان کے باشندوں کی حقیقتی راحت و خوشحالی میں بھی در اصل کوئی اضافہ ہوتا ہے یا نہیں۔ مختصر یہ کہ قوموں کی بناہی بدگمانی اور ایک دوسرے کے حالات سے لاعلمی اصول معاملہبات پر عمل کرنے سے ان کا صریح انکار یا اس بدیہی حقیقت کو تسلیم کرنے سے ان کا گریز کہ کوئی قوم اپنے آپ کو تباہ کئے بغیر اپنے گاہکوں کو تباہ نہیں کر سکتی، یہی امور مستر ولز کی رائے میں گذشتہ چار سال کے دردناک واقعات کی آخری اور قطعی توجیہ ہیں، قوموں کے اس طرز عمل کو انگریزی زبان میں Economic Nationalism کے موزوں اور جامع الناظر سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس تمام میں ہم اُسے "معاشی قومیت" کہتے ہیں۔ پس ہمارے اس تمام استدلال کا خلاصہ یہ ہوا کہ دنیا کے موجودہ حالات تو ہمپیں Economic Internationalism یا "معاشی بین الاقوامیت" کی تلقین کر رہے ہیں لیکن ہم اپنے قدیم قومی نعصبات، نسلی امتیازات اور مذهبی اختلافات کے زیر اثر سختی کے ساتھ "معاشی قومیت" پر جسے ہوئے ہیں اور یہی ہتھ دھرمی در اصل ہماری موجودہ پریشان حالت کا بلیادی سبب ہے۔

(۱۳)

اب ہم مختصر آس اجمال کی نفصیل کی طرف متوجہ ہونگے۔ یعنی ان واقعات پر نظر ڈالیں گے جو "معاشی قومیت" کے مظاہر ہیں اور موجودہ عالمگیر کساد بازاری کے فوری یا گردی اسباب تصور کئے جاسکتے ہیں۔

پوں تو دنیا کی موجودہ مشکلات کے جراحتیم طبق سرمایہ داری کی گذشتہ ڈیرے سو سالہ تاریخ میں پہلے ہوئے ہیں، تاہم ہمارے

(۱۵)

اگر ارض کے لئے صرف سابقہ پلدرہ سال کے واقعات پر نظر ڈالنا کافی ہے - ۱۹۱۸-۱۹۱۹ع کی عالمگیر جنگ سے ابھی ہم استدرا قریب ہیں کہ اُس کے پورے یوں نتائج کا احاطہ کرنا ہمارے لئے مسکن نہیں، تاہم آثار و قرائیں بدیہی طور پر بتلا دیے ہیں کہ نوع انسان کی زندگی کا یہ عظیم الشان واقعہ تاریخ عالم میں اسوجہ سے ہمیشہ یادگار رہیا کہ اُسکی بدولت انسانوں کے تخیلات میں ایسا زبردست ہیجان اور اُن کے گوندوں تعلقات میں ایسی اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں کہ یہاں سے دنہا کی تاریخ میں ایک بالکل ہی نئے باب کا آغاز ہوتا ہے - سر دست ہمیں ان تمام تخیلات اور تعلقات کی تبدیلیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے - ہم اس وقت جنگ عظیم کے صرف اُن معاشی نتائج پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں جو عالم کی موجودہ کساوبازی پر براہ داست اثر انداز ہوئے ہیں -

یہ امر منحتاج بیان نہیں ہے کہ جنگ عظیم سے دنیا کو سخت چانسی اور مالی نقصان یہونچا لیکن اس مادی نقصان سے کہیں زیادہ شدید وہ تباہی ہے جو قوموں کے باہمی تعلقات میں بذلی اور بے اعتمادی کے مستقبل طور پر جائزین ہو جانے سے واقع ہو رہی ہے - یہ بدگمانی دو امور میں خاص طور پر نمایاں ہے؛ ایک فوجی قوت کے سلسلے میں، دوسرا تجارتی لین دین میں - اگرچہ فوجی پالیسی کا دنیا کی معاشی خوشحالی پر بہت زیادہ اور براہ دامت اثر ہو دھا ہے، تاہم یہاں ہمیں اُس سے بحث نہیں - ہماری بحث کا موضوع اسوقت قوموں کا تجارتی لین دین ہے - جنگ سے پہلے دنیا کی عظیم الشان تجارت خارجہ کا مدار زد اور اعتماد کے بہت ہی نازک اور انتہا درج مکمل انتظامات پر تھا - ان انتظامات کو انگریزی میں Gold

Standard System اور اردو میں " طریق معیار طلاء " کہتے ہیں - دنیا کی موجودہ کساد بازاری کو سمجھتے کے لئے اس طریق کی نمایاں خصوصیات سے رائق ہونا ضروری ہے -

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہت سے اچھے خاص ذہین اور عفامد اشخاص نہ صرف ہندستان بلکہ ممالک پورپ میں بھی معیار طلاء کے نام ہی سے خوب زدہ ہو جاتے ہیں اور اس کے طریق عمل کو سمجھوبلما ایک کار عظیم نصود کرتے ہیں - ممکن ہے یہ خیال ایک حد تک دست ہو لیکن جہانگیر اس طریق کی بلیادی خصوصیت کا تعلق ہے ' وہ بہت سیدھی سادی اور بالکل آسان ہے - طریق معیار طلاء دراصل ایک ترکیب ہے جسکا خاص منصب یہ ہے کہ مختلف ممالک کے قومی زرور کی اضافی قدر کو معین کر دیا جائے - ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح ہندوستان میں روپیہ رائج ہے اُسی طرح انگلستان میں یونڈ فرانس میں فرانک ' امریکہ میں ڈالر ' جاپان میں ی恩 ' اور ہر ہر ملک میں ایک ایک چدائیہ زد مروج ہے - اب سوال یہ ہے کہ ان مختلف قومی زرور کی اضافی قدر کیا ہے ' بہ الفاظ دیگر ایک پونڈ کیسے فرانک ' کتنے ڈالر ' کتنے ی恩 ' اور کتنے روپیوں کے مساوی ہے ' کیونکہ جب تک اس بات کا قطعی علم نہ ہو ان مختلف ممالک کے مابین چدید پیمانے پر تجارتی لین دین اگر ناممکن نہیں تو کم از کم بہت دقت طلب ہو جائیگا - چنانچہ اسی دقت کو دفع کرنے کے لئے یہ ترکیب اختیار کی گئی کہ ہر ملک اپنے قومی زد کو سونے کی ایک معینہ مقدار کا ہم قدر قرار دے اور اپنی عمدادی کے اندر ایسا انتظام کر دے کہ لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق متعدد کردہ شرح سے جس وقت چاہیں زد کے عوض سونا اور سونے کے عوض زد حاصل کرسکیں -

اب اگر ہو ایک زد سولے کی کسی معیله مقدمہ سے ہر وقت بدلت پذیر ہے تو ظاہر ہے کہ ان مختلف زوں کی تدریس نہ صرف ایک دوسرے کے مقابلے میں معین ہو جائیں گے بلکہ ان میں وقتاً فوتناً بڑے بڑے تغیرات بھی واقع نہ ہونگے ۔

اب دھا یہ سوال کہ اس استقامت اور تعین کی ضرورت کیا ہے ؟ اس کا جواب بالکل بدیہی ہے ۔ والا یہ کہ تجارت یعنی اقوام کے لئے مختلف قومی زوں کی باہمی قدر کا معین (ہلنا بڑے فائدے اور سہولت کی بات ہے ۔ کیونکہ ایسی حالت میں مختلف ممالک کے تاجر پورے اطمینان اور بہروسے کے ساتھ ایک دوسرے کے زوں کے عوض میں اشیاء کا لین دین کرتے ہیں ۔ از قبل از قبیل یہ جان لیتے ہیں کہ انہیں خود ملکی زد کے حساب سے مال تجارت کا کس قدر معاوضہ دیدا یا لیدا پڑے گا اور چونکہ اکثر و پیشتر تجارت کی بذیاد قرضے پو ہوتی ہے اس لئے اس بات کا قبل از قبیل علم ہونا بے حد ضروری ہے ۔ تجارت میں معمولاً یونہی بہت سے خطرات ہوتے ہیں ۔ اب اگر قویوں کے زوں کی باہمی قدریں بھی ہر وقت کم و بیش ہوتی (ہیں تو ظاہر ہے کہ اس سے تجارت میں ایک اور جدید اور خطرناک ہے اطمینانی کا افکار ہو جاتا ہے ۔

مختصر یہ کہ اسی غیر معمولی سہولت کو پیدا نظر دکھکر مختلف ممالک نے ۔ جو جلگ کے ڈوان میں بدرجہ مجبوری معیار طلاء کو جھوڑ چکے تھے ۔ جلگ کے بعد دوبارہ اُس کو اختیار کرنے کی سخت کوشش کی اور موجودہ عالم گیر کساد بازاری شروع ہونے سے پیشتر ان میں سے اکثر اس کوشش میں کامیاب بھی ہو چکے تھے ۔ لیکن اس مرتبہ والا یہ مختلف سوس کرنے لگے کہ اب معیار طلاء میں وہ بات نہیں جو جلگ سے پہلے نظر آئی تھی ۔ جس خوبی اور سہولت کے

ساتھے پہلے یہ معیار اپلا کام الجام دیتا تھا وہ اب اس میں باقی نہیں
دھی - مختلف زدوں کی باہمی قدر میں استنادست ' تو حسب
سابق اُس کی بدولت یہ حاصل ہو گئی اور اگر یہ بھی حاصل نہ ہوتی
تو یہ اُس کا فائدہ ہی کیا تھا ؟ لیکن مختلف ممالک کو اول تو دوبارہ
معیار طلاء پر لوٹے کے لئے اور دوسرے لوٹے کے بعد اس پر قائم رہنے کے
لئے جو جان توڑ کوشش اور متواتر جد و جہد کرنی پڑی ' ان کی
بدولت انہیں سخت دقتون بلکہ تباہ کن نتائج سے دو چار ہونا پڑا -
تفصیل کی یہاں گلچائیں نہیں ' البند یہ بدیہی ہے کہ سود کی
شرحون میں غیر معمولی اضافہ ' کاروبار کے لیے قرض دیتے میں غیر
معمولی دکاوٹ اور اشیاء کی قیمتیں میں جلد جاد تخلیف ' یہ ہیں
ولا ثمرات جو گذشتہ چلد سال سے معیار طلاء کے طفیل میں دنیا کو مل
دھے ہیں - قدرتی طور پر سوال کیا جائے گا کہ کیوں ؟ آخر جلگ کے
بعد وہ کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے جس نے معیار طلاء جیسے منید
انتظام کو قوموں کے حق میں اسی قدر صفر بنا دیا ہے ؟ اس کا مختصراً
جواب یہ ہے کہ معیار طلاء کی مشاہد ایک کھیل کی سی ہے اور ہر کھیل کے
کچھ قواعد و ضوابط ہوا کرتے ہیں - جب تک تمام کھلاڑی اپر آپ کو
ان قواعد کا پابند نہ کریں ' کھیل جاری نہیں لا سکتا اور اگر پھر بھی
اس کو جاری رکھتے کی کوشش کی جائزگی تو سوائے اس کے کہ طاقتور
کھلاڑی کمزودوں کو پیغام ' اور کوئی نتیجہ حاصل نہ ہو گا - یہی حال
معیار طلاء کا ہے - جلگ کے بعد اکثر قوموں نے اسے دوبارہ اختیار تو کر لیا
لیکن بدقتی سے بعض نے اس کے قواعد کی پابندی اپنے اوپر لزم نہ
سمیجھی ' نتیجہ یہ کہ اولاً آنہوں نے دوسروں کو پریشان کیا اور بعد
از ان خود بھی مصیبت میں مبتلا ہوئے - بات یہ ہے کہ معیار طلاء کو

کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دنیا کو سولے کی جس قدر متدار حاصل ہے اور ہونی چاہی ہے وہ بڑی تجارتی قوموں میں کم و بیش ہر ایک کی ضروریات کے تناسب سے تقسیم ہو جائے۔ لیکن جلگ عظیم کے بعد سے کبھی بھی پورے طور پر اس شرط کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ یہ اندیشه لگا رہا کہ کہیں پورے طور پر اس کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔ اولاً ریاستہائے متحدة میں اور بعد ازاں فرانس میں دنیا کا سارا سونا کھلچ کھلچ کر جانے لگا اور یہ سلسلہ اب تک برابر جادی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ان دو ممالک میں تو سولے کے ذخائر ان کی ضروریات سے کہیں زیاد جمع ہو گئے ہیں اور بقیہ ممالک اپنے کاروبار کے لئے اس کی سخت قلت محسوس کر رہے ہیں۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں سادی دنیا کا سونا کھلچ کھلچ کر امریکہ اور فرانس میں جمع ہونا جائز ہے اور کیوں دوسرے ممالک اپنی اپنی ضرورت کے لائق سونا حاصل کرنے سے معذور ہیں۔ امریکہ کی بابت نو اس سوال کا جواب ظاہر ہے۔ جلگ سے پیشتر ریاستہائے متحدة کا شمار دنیا کے قرضدار ممالک میں تھا یہاں کے باشندوں نے اپنے ملک کے وسیع قدرتی وسائل کو کارآمد بنانے کی خرض سے برطانیہ عظمی اور دوسرے پروری ممالک سے کثیر قرضے لے رکھے تھے اور ان قرضوں پر وقتاً فوتاً جو سود و اجبالاً ہوتا تھا اُسے واپسی کرنا نہیں کیا کرتے تھے۔

جلگ کے آغاز تک یہ سلسلہ برابر اسی طرح چاری تھا البتہ باہر سے جدید قرضے حاصل کرنے کی دفتار گھٹتی چاہی تھی۔ لیکن جلگ کے دوران میں یہ کیفیت بالکل بدل گئی۔ اول تو پروری ممالک کے تمام تجارتی کاروبار یکالتھت بلد ہو گئی۔ دوسرے جلگ چاری دفعتے کے لئے ان ممالک کو

اور ان میں بھی خاص کر اتحادیوں کو اشیائی خوداک اور گوناگون ضروریات جملگ کی شدید اور دوز افزون ضرورت ہونے لگی ۔ دیاستھائی مٹھدا کو اپنی ماں حالت سداہارنے کا اس سے بہتر کون وقوع مل سکتا تھا ؟ اول تو اس ملک نے تھایت احتیاط کے ساتھ اپنے آپ کو یورپی جہتوں سے علیحدہ رکھنے کی کوشش کی اور ایک مدت تک کامیابی کے ساتھ غیر جانبداری پر قائم رہا ، دوسرے اہل امریکہ نے تھایت ممتنعی کے ساتھ شدید ملکی اشخاص کا جس قدر سرمایہ امریکہ کے کاروبار میں لٹا ہوا تھا ، اسے خریدنا شروع کیا حتی کہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنے تمام کاروبار کے خود مالک بلگئے ، تیسرا مصبیت زدہ اہل یورپ کے آرے وقت سے فائدہ کمانے میں انہوں نے ذرا بھی تامل نہیں کیا ۔ اشیائی خوداک اور ضروریات جملگ کثرت سے تیار کرکے وہ منہج مانگی قیمتیوں پر یورپ والوں کے ہاتھ فروخت کرنے لگے اور اپنے خریداروں کو اس قابل پذانے کے لیے کہ وہ قیمت ادا کر سکیں ، اعلیٰ اعلیٰ شرحوں سے کثیر رقمیں قرض دیں ۔ ان تمام واقعات کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب جملگ ختم ہوئی تو دیاستھائی مٹھدا کی حیثیت بالکل بدالی ہوئی تھی ۔ اب وہ قرضاً نہیں بلکہ دنیا کا بہت بڑا قرض خواہ ملک تھا ۔ یورپی اقوام اور خاص کر برطانیہ تنظیم سے سود کی بایتھ سال بھے سال کثیر رقمیں اُس کو واجب الوصول ہونے لگیں ۔ اہذا سوال یہ پیدا ہوا کہ ان رقموں کی ادائی کی کیا سبیل نکالی جائے ۔ بدبھی طور پر اس کا بھترین ذریعہ یہ تھا کہ یورپ والے اپنا مال دیاستھائی مٹھدا کو زیادہ دوانہ کریں اور خود اُن سے جس قدر ہوسکے کم مال خریدیں ۔ لیکن دو وجہ سے اس کا امکان نہ تھا ۔ ایک تو اختقام جملگ کے بعد اہل یورپ میں یہ سکت نہیں دھی تھی کہ وہ فوراً کثرت سے مال تھا کرکے امریکہ دوانہ کریں ، اس کے

بریکس و اپنی ضروریات کے لئے خود امریکہ کے محتاج تھے اور اس وجہ سے جنگ کے بعد بھی امریکہ سے بہ کثیر مال خریدتے رہے۔ دوسرے یہ کہ ریاستہائے متحدة نے خوب متصحول لئا لاما کہ خاص کو انہی اشیاء کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے دوک دیا۔ جن کے توسط سے اہل یورپ اپنے قرضہ ادا کر سکتے تھے۔ نتیجہ یہ کہ یورپ والوں کو نہ صرف اپنے قرضوں پر سود ادا کرنی پڑتا تھا بلکہ زیادہ مال خریدنے اور کم مال قروخت کرنے کی وجہ سے بھی ان پر مزید رقموں کی ادائی واجب ہوتی تھی۔ شرط اس غیر متوارن صورت حال کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ ریاستہائے متحدة میں سونے کی کثیر مقدار اکٹھی ہو جائے۔ چنانچہ ۱۹۴۷ع میں امریکہ کے سونے کی مقدار فرانس کو جھوڑ کر یقینہ تمام ممالک کے سونے کی مجموعی مقدار کے برابر تھی۔

دوسری بڑا ملک جہاں آج کل سونے کی مقدار ضرورت سے زیاد جمع ہو گئی ہے، وہ فرانس ہے، لیکن یہاں اس صورت حال کے سباب کسی تصور مختلف ہوں۔ ان کو سمجھوئے کہ لئے ہمیں جلد بانی خاص طور پر یاد (کھلی چاہئیں)۔ ایک یہ کہ فرانس جلگ کے پہلے ہی سے ایک بڑا قرض خواہ ملک ہے۔ دوسرے یہ کہ جلگ کی قرضوں کی بابت جو رقمیں اُسے ادا کرنی پڑیں ان سے کھلی زیادہ رقم توان جلگ کی صورت میں اُسے جرمی سے وصول ہوئیں۔ تیسرا یہ کہ جلگ کے بعد فرانس کی صفتیں میں تو بہت تیزی سے ترقی ہوئی لیکن صرف دولت اور اجرتیں کی شرح میں اُسی ملابست سے توسعہ نہیں ہوئی۔ چونکہ یہ کہ فرانس بہت بڑی حد تک اپنی ضروریات کا آپ کنیل ہے، یعنی برطانیہ اور جرمی کے مقابلے میں تجارت درآمد و برآمد پر اُس کی زندگی کا کم مدار ہے۔ مزید براں جلگ کے بعد فرانس نے اپنی تجارت پرآمد کو خوب وسعت دی لیکن اپنے

قدیم تجارتی مسلک کے مطابق مان دار آمد کو ملک میں داخل ہونے سے روکتا رہا۔ نتیجہ ان تمام امور کا یہ ہوا کہ فرانسیسی سرمایہ داروں کے پاس کثیر رقمیں سونے کی شکل میں پس انداز ہوتے لگیں۔

اب جنگ کی بدولت اور ممالک کی طرح فرانس کے انتظامات زد بھی درہم بڑھ ہو گئے نہ اور جملگ کے بعد ان کو ازسرنو درست کرنے سے قبل بعض اور اسباب کے ذیر اثر فرانک کی قیمت اس قدر گھٹ گئی کہ ہر شخص اُس سے الحذر کرنے لگا۔ خود فرانسیسی سرمایہ دار کثرت سے اپلا سرمایہ دوسرے ممالک اور خاص کرو برطانیہ کو روانہ کرنے لگے جہاں یونڈ اسٹرالیا کی قیمت ایسے متواتر اور حیران کن تغیرات سے محفوظ تھی۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ فرانسیسی سرمائی کی ایک کثیر مقدار قابل المیعاد قرضوں کی شکل میں لدار کے بلکہ ان جمیع «وگٹیں»۔ اب برطانیہ کے لئے یہ ایک طرح کی زبردستی غیری امداد تھی کچھ امریکہ کو متواتر سونا روانہ کرنے سے انگلستان بلکہ کے ذخائر میں جو خطربناک کمی واقع ہو ہی تھی، اُس کی تلافی ایک حد تک اس فرانسیسی سونے سے ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ برطانیہ نے ان فرانسیسی دوام کے پھروسے پر کچھ تو اعلیٰ شرح سوہ کے لائچ میں اور کچھ سیاسی وجہ کی بناء پر کثیر رقمیں جرمی کو قرض دیدیں اور بعد کے حالات کی دوسلی میں ہم یہ مختصہ کردہ ہیں کہ یہ برطانیہ کی بڑی غلطی تھی۔ کیونکہ میں ہم ابھی کہہ چکا ہوں، فرانسیسی رقمیں صرف قابل المیعاد جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں، برطانیہ کے لئے یہ امانتوں کی شکل میں برطانیہ کو روانہ کی گئی تھیں، برطانیہ کے لئے یہ بات قریبی عتل نہیں تھی کہ وہ ایسی رقمیں کو لیکر خاص کر جرمی جو سے ملک میں پہلے سادے جسمکی مالی حالت کسی طرح سے تشفی بخیش نہیں تھی۔ ہمیں فی الحال ان اختلافی مباحثت میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

واقعات کا جہاں تک تعلق ہے ہم یہ جانتے ہیں کہ جیسے ہی فرانسیسی ذکر
النظام اور درست ہو گئے اور فرانس کی قدر میں استثنا میں پیدا ہو گئی
فرانسیسی سرمایہ دار بتدریج اپنی امانتوں لندن سے واپس مل گوالے لگئے
جسکی وجہ سے سونا انگلستان بنک سے نکل کر پیرس جائے لتا۔
برطانیہ کے مالی نظام کے لئے یہ بڑی ازمائش کا وقت تھا۔ امریکہ کی
جانب تو سول کی دوائی کا سامنہ بدمستور جاری ہی تھا، اب جو پیرس
والوں کے مطالبات شروع ہوئے تو صورت حال دوز بروز خطرناک ہونے لگی
کیونکہ برطانیہ کے لئے یہ بات قطعی ناممکن تھی کہ وہ فرانس کی رقمیں
ادا کرنے کے لئے اپنے قرضاءوں اور خاص کو چرمی سے اپنے قرضوں کی فودی
واپسی کا مطالبہ کرے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو جو مالکیت مالی مرحلہ
۱۷۳۴ تک دکا دھا وہ قوہ آ شروع ہو جاتا اور چرمی کی ساکھی اور اُس کے
اعتماد کا تو یقیناً خاتمه ہو جاتا۔

واضح رہ کہ اس صورت حال کے پیدا کرنے میں سیاسی مصلحتوں
بھی پس پرداہ بہت کچھ کار فرما رہیں۔ یورپی سیاست کا مطالعہ کرنے
والوں سے یہ امر مخفی نہ ہوئے کہ جملگ عظیم کے بعد سے برطانیہ کی خارجی
پالیسی کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ چرمی کی معاشی حالت کو
پورے طور پر تباہ نہ ہونے دیا جائے تاکہ ایک طرف تو وہاں اشتراکیت کی
حیاۃ اور دوسری تجربے کی تقاضہ کا خیال جز نہ بکرنے ہائے اور دوسری
طرف فرانس کی قوت ایک خاص حد سے منجاوہ نہ ہو سکے۔ برطانیہ کا
بلا دوک آٹک چرمی کو قرضی دیتا اور فرانس کا اپنی قبیل المیعاد امانتوں
کو اس قدر اصرار کے ساتھ ویس لیدا دو اصل انہی سیاسی احساسات
کے مظاہر ہیں۔

اس توضیح سے ناظرین کو یہ اندازا ہو گیا ہوا کہ کیوں جنگ کے بعد اور جنگ ہی کے نتیجے کے طور پر مختلف ممالک کے درمیان سونے کی تقسیم میں یہ حیرت انگیز ستم پیدا ہوئیا ہے ۔ لیکن بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ اس خرابی کا وبال فی نسبہ معیار طلاء کے طور پر قابل صحتیح نہیں ہے بلکہ اس کی ذمہ داری در اصل ان ممالک پر ڈالنا صحتیح ہے اس خرابی کا قواعد کی برابر پابندی نہیں کر دیتی ہے ۔ اگر دیاستہائے متنازعہ اور فرانس بلکہ کاری کے ناکلیل اصولوں پر عامل رہتے تو سونے کی بیہ نامناسب تقسیم اس قدر دیر یا ثابت نہ ہوتی ۔ بلکہ معیار طلاء کے اتل اصولوں کے مطابق خود پختہ اس کی اصلاح ہو جاتی ۔ اس معیار پر عامل دھلے کا اختلاف یہ تھا کہ یہ ممالک سونے کے ذخیروں میں اضافہ ہوتا دیکھ کر اپنے قومی زد کی مقدار بھی اُسی نسب سے بڑھا دیتے ۔ اسکا ناکلیل نتیجہ یہ ہوتا کہ ان ملکوں میں اشیاء کی قیمتیں دوسرے ممالک کے مقابلے میں چڑھاتیں جسکی وجہ سے اُن کے مال کی برآمد گہٹ جاتی اور دوسرے ممالک کا مال ان کے بھار زیادہ مقتدار میں در آمد ہونے لگتا اور اس دوز افراد درآمد کی قیمت ادا کرنے کے لئے سونا بھار سے نکل کر حسب ضرورت دوسرے ممالک میں تقسیم ہو جاتا اور یہ سلسلہ اُسی وقت تک جاری رہتا جتنی کہ اُن ممالک میں بھی قیمتیں اُسی سطح پر نہ اُتر آئیں جو دنیا کی قیمتیوں کی عام سطح کھلانی ہے ۔ بد قسمتی سے نہ امریکہ نے اس اصول کی پابندی کی اور نہ فرانس نے بلکہ دونوں نے علی لاعلان اُس کی خلاف ورزی کی اور وہ اس طور پر کہ جو سونا اُنہیں وصول ہوتا گیا اُسے قاعدے کے مطابق اپنے قومی زد کی بیانیں بذانے کے بھائی اپنے بلکوں میں یونہی بھکار ڈال دکھا ۔ انگریزی اصطلاح میں انہوں نے اُسے Sterilize کر دیا یعنی اُسے اپنا فطرتی قرض انعام دیلے سے باز دکھا ۔ فرانس اور

امریکہ کی طرف سے الازم کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگر ہم اس قدر کثیر سونے کی مقدار کے تلاساب سے اپنے زد کی مقدار میں اضافہ کر دیتے تو اسکی وجہ سے ہماری اندرونی فیصلوں میں فیر معمولی اضافہ ہو کر ہماری صحت و خوفست اور دوسرے کاروبار تباہ ہو جاتے اور ظاہر ہے کہ کسی ملک سے ایسے ایثار کی بحاج طور پر توقع نہیں کیجاسکتی ۔ تفصیل میں یوں بعینہ ہم اسکے جواب میں صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کہا بعد کے والعات ہمیں یہ بتالتہ ہیں کہ فرانس اور امریکہ نے سونے کو اس طرح بچا بچا کر در اصل کوئی فائدہ حاصل کیا ہے ؟ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ باوجرد سونے کی تین چوتھائی مقدار اپنے پاس دبادکھتے کہ یہ دونوں ملک بھی عالمگیر کساد بازاری سے متاثر ہوتے بغیر نہیں دھے ؟ اب دھا یہ سوال کہ آپ تو اعد کی پابندی کی صورت میں انہیں اس سے زیادہ نقصان پہنچتا یا کم ' اسکا جواب نہ ممکن ہے اور نہ مفید ۔ لہذا ہمیں اسکی تحقیق میں اپنا وقت ضائع کرنیکری کوئی ضرورت نہیں ۔ سونے کی تنسیم کی اس خرابی کو درد کرنے کا ایک طریقہ یہ بتایا جاتا ہے کہ امریکہ اور فرانس ضرورت مدد ممالک کو اور قویے عطا کریں تاکہ اس طرح پر سونا ان کے یہاں سے نکل نکل کر دوسرے ممالک میں پہنچے اور اس کی نقصیم درست ہونے سے پھر معہدار طلاء کا عمل حسب سابق جادی ہو سکے ۔ بلاشبہ اس ترکیب سے امریکہ اور فرانس میں جو سونے کے انبار اگئے ہیں ' وہ دوسرے ممالک میں پہنچے اور اس طور پر ممکن ہے کہ جو دوستیں معہدار طلاء کے بغیر جانے سے پیدا ہو گئیں وہ دفع ہو جائیں ۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا کہ یہ ایک منحصراً عارضی علاج ہے ۔ اس سے مرض کی بیانکاری ہونے کے بجائے اس میں آنکھ اور شدت پیدا ہوں گے

قریلہ ہے - کیونکہ اول تو قرضوں کا وقتاً فوقتاً سود ادا کرنا ہوگا ۱ دوسرے کچھہ مدت بعد خود اصل کی ولیسی بھی ضروری ہے - سوال یہ ہے کہ آخر یہ مطالبات کیسے ادا ہوں؟ مال و اسباب لیلے سے تو قرضخواہوں کو انکار ہے، لہذا ضروری ہوا کہ سونا واپس کیا جائے۔ اس طرح ہم پھر اُسی نقطہ پر پہنچنے جہاں سے آغاز کیا تھا - ائرجہ اس ترکیب سے مرض کا مستقل علاج نہیں ہو سکتا، تاہم یہ صحیح ہے کہ اُسکی بدولت موجود تکلیف و مصیبت سے کچھہ آدم ضرور مل سکتا ہے مثلاً ۱۹۲۴ع کے بعد ایک مدت تک امریکہ میں سونے کی مقدار میں مزید اضافہ رکھا بلکہ اس میں کچھہ تخفیف ہی ہو گئی - اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اُس زمانے میں امریکہ والے اپنا سرمایہ کثرت کے ساتھہ درستے ممالک اور خاصدار جرمی کو قرض دے دیے تھے - جرمی اس سracی سے کچھہ تو اپنی شکستہ حالت درست کرنے اور کچھہ تراویں جلگ ادا کرنے میں مدد لے رہا تھا۔ لیکن جب ۱۹۲۹ع میں امریکہ والوں نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے ہی ملک میں سرمایہ لگا کر زیادہ مدافعت کیا سکتے ہیں تو انہوں نے نہ صرف مزید قرضوں کا سلسلہ پلڈ کر دیا بلکہ اپنے سابتہ قرضے بھی واپس لیلے لگے۔ اور چونکہ مال و اسباب کی شکل میں قرضہ ولیس نہ لہیے کی انہوں نے گویا قسم کہا کہی نہیں اسلیے یورپ اور ساری دنیا کا سونا نہایت سرعت کے ساتھہ پھر امریکہ میں جمع ہونے لگا۔ جہاں تک فرانسیسی سرمایہ داروں کا تعلق ہے، انہیں بیرونی ممالک اور خاص کر دوس میں قرض دیکر کچھہ ایسے تلحیح تجربہ ہوئے ہیں کہ اب وہ اس طور پر اپنے سرمائی سے کام لہنے میں بہت شامل کرتے ہیں - دوسری انقلاب میں فرانس کے سرمایہ داروں کی کثیر قسمیں قرب گئیں - اُس کے بعد سے وہ ایسے خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ اپنا سرمایہ باہر بھیجا لیا بہت کم کر دیا ہے اور جو کچھہ روانہ کرتے ہوئی

(۲۷)

ہیں تو وہ **قلایل الدعیاد** قرضوں کی شکل میں یا بھروسی ممالک کے بلکوں میں امانتوں کے طور پر تاکہ جوئے ہی الہیں کوئی خطرہ محسوس ہو، لا اپنی رقمیں واپس ملنگوں سکیں - مختصر یہ کہ موجودہ معاشی بدنظمی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے دو بڑے قرضخواہ ملکا، قرانس اور دیاستہائے متنازعہ نہ تو مال و اسباب کی شکل میں اپنے قرضے واپس لیلا چاہتے میں اور نہ سرنسست قرضدار ممالک کو وصول طلب رقمیں کچھ اور مدت کے لیے قرض دیلے پر آمادہ ہیں - نتیجہ یہ ہے کہ سونے کی کثیر مقدار صرف ان دو ملکوں میں بیکار بڑی ہوئی ہے اور بتیہ ممالک میں سونے کی سخت تبلیغ محسوس ہو (ہی ہے) اس قلت کی وجہ سے ان ممالک کو معیار طلاء کے اصولوں کے مطابق (ذ کی مقدار گھٹائی بڑی) شرح سود میں اضافہ کرنا پڑا اور کاروبار کے لیے قرضے دینے میں غیر معمولی طور پر ہاتھہ روکدا یہا، ان انتظامات کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ عالم اشیاء کی قیمتیوں میں تخفیف ہو - چنانچہ یہ تخفیف شروع ہوئی اور ۱۹۲۹ع کے بعد سے وہ اسی قدر شدید اور عالمگیر ہو گئی کہ دنیا کی زادی میں اس کساد بازاری کی کہیں نظیر نہیں ملتی -

(۳)

ہم اس مضمون کے پہلے حصے میں یہ معلوم کر چکے ہیں کہ ہماری موجودہ مشکلات کا بنیادی سبب ہمارا لا طرز عمل ہے جسے "معاشی قومیت" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس طرز عمل نے جنگ کے بعد معیار طلاء کے سادے انتظام کو درہم برہم کر دیا، اس کی بھی مختصر کیتی ہم اوپر معلوم کر آئے ہیں اب ہم اسی طرز عمل کی دو اور مثالیں پیش کریں گے جنہوں موجودہ کساد بازاری

سے بہت کہرا تعلق ہے ۔ ان میں سے پہلی مثال تاوان جنگ کی ہے اور دوسری قوموں کے تجارتی مسلک کی ۔

تاوان جنگ کے متعلق یہ سوال کہ وہ فی نسبت کہاں تک حق پہنچانب ہے ؟ دراصل ایک بے سود سوال ہے ۔ آپ قیامت تک اس مسئلے پر بحث کرتے رہئے لیکن اس پر قریقین میں کہی انفاق رائے نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے مذکور یہ ہے کہ ہم صرف واقعات سے اپنا سروکار رکھیں اور یہ دیکھوں کہ یہ واقعات کس حد تک موجودہ صورت حال کے پیدا کرنے میں معاون ہوئے ہیں ۔ واقعات یہ ہیں کہ جن قوموں نے گذشتہ جنگ میں فتح حاصل کی انہی کو اور ان میں بھی خاصکر فرانس اور یا چیم کو دروان جنگ میں سب سے زیادہ مالی نقصان پہنچا ۔ اُن کے بیسیوں شہر تباہ ہو گئے ۔ عمدہ عمداً عمارتیں جل کر خاکستر ہو گئیں ۔ کارخانے اُجڑ گئے ۔ کاروبار بریاد ہو گئے ۔ سیکڑوں مہیں کی لہلہتی ہوئی کھینچیاں جل کر سیاہ ہو گئیں ۔ لاکھوں ایکڑ زمین تباابل کاشت بن گئی ۔ اور ہزاروں پُر امن زندگی بسرو کرنے والے اور گاڑھے پسپتھ سے دوئی کمائے والے دیہاتی ہے خانماں ہو گئے ۔ مزید بواں قوم کے لاکھوں نوجوان ہلاک ہوئے اور جو بچے دھے ان میں سے اکثر ویشتر اباهج اور آنندہ دوئی کمانے سے معذور ہو گئے ۔ جس قوم کو فتح حاصل کرنے میں ایسے کٹیور جانی اور مالی نقصانات الہائی پڑیں ۔ مفتح دشمن کے خلاف اس کے غیظ و غضب کی بہلا کیا حد و انتہا ہو سکتی ہے ۔ نتیجہ یہ کہ جب جرمی اور دوسری شکست خوردا قوموں کی قسمتوں کا فیصلہ کر لے کے لئے فتح مدد لیکن تباہ حال منحدریں کی کونسل بیٹھی تو ان میں سے ہر ایک دکن اس بات پر نلا ہوا تھا کہ نہ صرف اپنے اپنے نقصانات کی پولادی پولادی تلافی کرے بلکہ جرمی کو اس عظیم الشان

قتل و غارت کا تلہما مجرم قرار دیکر اُس کی بھی خاطر خواہ سزا دے - جہاں تک کہ جرم کی ذمہ داری کا تعلق ہے ، صرف جرمی پر اُس کا بار غالبا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی فتح بال کے مقابلے میں صرف اُس کھلاڑی کو مقابلے کا باعث قرار دیدا جو سب سے پہلے گیلڈ آگے بڑھانا ہے - جس دنیا میں قوموں کے یادگیری نتائجات کے فیصلے کا یہ جملگ کے کوئی اور ذریعہ نہ ہو ، جہاں جملگ ، جدال اور قتل و غارت کو انسانی ترقی کا ناکمزیر عامل بلکہ خود تہذیب و تمدن کا مظہر خیال کیا جانا ہو ، وہاں کسی ایک قوم کو ایک بڑی عالمگیر جملگ کا تلہما ذمہ دار تہیروانا مانتھن اپک طفلانہ حرکت ہے - لیکن یہ بحث ہمارے مضمون سے غیر متعلق ہے - جو بات ہمارے لئے خاص طور پر قابل لحاظ ہے ، وہ یہ ہے کہ جب متحدین کے نمائندے جرمی کو سزا دیلے کے لئے بیٹھے تو وہ جملگ کے بھرکائے ہوئے نجاح اور غصہ کے جذبات سے بیکھر مغلوب اور واقعات کو اُن کی اصلی حالت میں دیکھئے سے بالکل معذور ہے - فرانس اور بلجیم کے اغراض اس مسئلے سے خاص طور پر وابستہ تھے کیونکہ انسانی جماعتوں کی اس بینظیر کشتنی کے لئے انہی قوموں کی سر زمین کو دنگل بنا دیا تھا اور اسی وجہ سے سب سے ریادہ مالی نقصان اُنہیں کو برداشت کرنا پڑا تھا - لہذا کوئی وجہ نہ تھی کہ اُن کے نقصانات کی تلافی نہ کیجائی چنانچہ فرانس اور بلجیم نے اپنے مطالبات پیش کئے اور اُن کی انتہائی مقداریں تجویز کیں - برطانیہ عظمی نے اپنے کثیر بھری نقصانات کو مدنظر دکھکر جرمی کے تمام تجارتی جہاز ضبط کر لئے اور جملگی وظائف کا ایک علیحدہ مطالبه پیش کیا ، دیاست ہائے متحدہ نے پیشک نرمی کا برداشت کرنے کی تلقین کی لیکن چونکہ وہ خود جملگی قرضوں کے معاملے میں کسی قسم کی دعاویٰ پر آمادہ نہیں تھا لہذا اس کی نصیحت کا نہ کوئی اثر ہو سکتا تھا اور نہ ہوا - نتیجہ یہ

کہ ان تمام نقصانات کی ایک لمحی چوتی فہرست تباہ کی گئی اور جو جو ملی سے یہا مطالعہ کیا گیا کہ وہ (۱۳۴) ملیارڈ طلاقی مارک جو (۶۶۰۰) ملین پونڈ کے مساوی ہوتے تھے متحکمین کو بطور توان ادا کرے۔ نشرت و حفارت کے جذبات سے مذاہر ہو کر فاتحین نے توان کی یہا مضائقہ خیز مقدار تو مقدر کر دی لیکن ایک لمحے کے لئے یہا نہ سوچا کہ آخر یہا کثیر رقم ادا ہو تو کیسے ہو۔ کیونکہ اگر جو ملی یہا سادی رقم سونے کی شکل میں ادا کرنے کی کوشش کرتا تو دنیا میں سونے کی جو کل مقدار موجود ہے، اُس کی کم از کم سہ گئی مقدار اس غرض کے لئے درکار ہوتی اور اگر یہا خیال تھا کہ جو ملی سے اس رقم کے ہم مقدار مال و اسباب وصول کیا جائے، تب بھی یہا ایک لاحاصل کوشش، تھی کیونکہ ایک ایسے ملک سے جس کے سارے بأشلادے قحط کی مصیبتوں میں مبتلا ہوں، جس کی نو آبادیات جہیں لی گئی ہوں، جس کے جہازات ضبط کر لئے گئے ہوں، اور جو اپنے معاذیات اور دولت کے سرچشمتوں سے محروم کر دیا گیا ہو، یہا کیونکہ توقع کیجھا سکتی تھی کہ وہ اس قدر کثیر مقدار میں مال و اسباب تباہ کرے۔ مختصر یہ کہ سونے کی شکل میں تو اس توان کا ادا ہونا صریحاً محتمال تھا اور اگر بالفرض بقدر تمام مال و اسباب کی شکل میں اُس کا امکان تھا بھی تو ولا یہاں خارج از بحث ہے، کیونکہ یہا متحکمین کا ملشا ہی نہ تھا۔ انگلستان کے مشہور صاحر معاشیات، پروفیسر کیلس نے اپنی معرکتہ الہ کتاب "صلح و دسائی کے معاشی تعالیج" میں نہایت خوبی اور تحقیق کے ساتھ ان مسائل پر دوسلی ذاتی ہے اور انہوں نے نیز دوسرے ماهروں نے حکومت وقت کو اس حوالت کی طرف متوجہ بھی کیا۔ لیکن جہاں جذبات بہتر کے ہوئے ہوں، وہاں بولا غریب پروفیسرور کی باتوں پر کون دھیان کرتا؟ یہ کہ کہ کہ ان بچھے یزدانے والوں کو عملی سماں سماں کے

پر پیچ اور بملک مسائل سے کیا وہ سلطہ انگلستان اور اس کے حليف اپنے ان عجیب و غریب مطالبات پر برابر آئے دھے اور اپنے اصرار سے یورپ، بلکہ ساری دنیا کے سیاست میں ایک عجیب کیفیت پیدا کرتے دھے -

اب سوال یہ ہے کہ یورپ کے ماهرین سیاست کے اس تدبیر کا دنیا کی موجودہ کساد بازاری کے پیدا کرنے یا کم از کم اسے اور زیادہ سخت بنانے میں کیا حصہ ہے - اس غرض کے لئے ہمیں اولاً توان جنگ کی بعض خصوصیات پر نظر ڈالنا چاہئے - توان کی سب سے نایاب خصوصیت نو یہ ہے کہ وا ادا کرنے والے ملک کے حق میں مخصوص ایک بارہی بار ہے - قومیں یوں تو ہمیشہ ایک درستے کی ترضیار رہتی ہیں لیکن توان جنگ ایک ایسا قرضہ ہے جو کسی پیدا اور کاروبار کے لئے نہیں لیا گیا، بلکہ جو کسی سابقہ نقصان کی للافی کے لئے ادا کیا جاتا ہے - جو قرضہ کاروبار میں لگائے جاتے ہیں وہ اپنی ادائیگی کی آب سبیل نکال لیتھے ہیں اور اس وجہ سے لیلے والے اور دیلے والے دونوں کے حق میں مفید ہیں - توان جنگ کی یہ نوعیت نہیں ہے - لیلے والے کے حق میں تو وہ مخصوص ایک سابقہ نقصان کا معاوضہ ہے لیکن دیلے والے کے حق میں وہ سراسر اپکا بوجھہ ہے - اسکو ادا کرنے کے لئے پہ صورتی ہے کہ باشندوں پر (وز انزوں) تیکس لگائے جائیں جس کی بدولت ان کا معیار زندگی پست ہوتا جاتا ہے اور مختلف اشیاء خریدنے کی قوت سلب ہوتی جاتی ہے، اور جیسے جو سے یہ قوت سلب ہوتی ہے اُسی مذاہبت سے تجارتی جہل پہل میں کمی ہوتی جاتی ہے، مال فروخت تھیں ہوتا اور کاروبار سرد پڑ جائے ہیں، یوں تو ہر حکومت اپنی رعایا سے تیکس وصول کرتی ہے لیکن ان محاذیں کا ایسا برا اثر نہیں پڑتا کیونکہ اگر ایک طرف ادا کرنے والوں کی جیبیں خالی ہوتی ہوں تو دوسروی طرف تحفظ جان و مال، تعلیم و حفاظان

صحت اور دوسری گونائوں خدمات کی شکل میں انہیں معاوضہ بھی مل جاتا ہے - توانی محاصل کا بدیہی طور پر یہ اثر نہیں ہو سکتا - توان ایک غیر پیدا آور قرضہ تو ہے ہی لیکن ساتھ ہی وہ ایک خارجی قرضہ بھی ہے ، یعنی اس کے پانے والے خود باشندگان ملک نہیں ہیں بلکہ ایک غیر حکومت ہے اور یہ خصوصیت بجائے خود ادا کرنے والی حکومت کے لئے کئی طرح سے ضرر دسان ہے - ایک یہ کہ جب حکومت کے قرض خواہ خود ملک ہی کے باشندے ہوتے ہیں جوہسے کہ جملگی تمسکات کی صورت میں تو حکومت پر اگر ایک طرف قرضہ کے ادا کرنے کا بار پوتا ہے تو دوسری طرف اسے مزید آمدنی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بھی حاصل ہو جانا ہے - توان میں یہ بات نہیں - دوسری دقت یہ ہے کہ ادا کرنے والی حکومت کو نہ صرف اپنی دعاپا پر تیکس لٹاکر رقم مہبہ کرنی پوتی ہے بلکہ وہ اس رقم کو دوسرے ملک کے زد میں بدل لے کی بھی ذمہ دار ہے - جرمی کا صرف یہ کام نہیں ہے وہ اپنے زد یعنی مدارک کی شکل میں ایک معیله رقم مہبیا کر دے بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ خاص خاص شرخوں کے حساب پر حسب ضرورت ' فرانک ' پونڈ اور دوسرے زد حاصل کرے یا ان کے ہم مقدار سونا فراہم کرے اور یہ کوئی آسان کام نہیں - خارجی قرضہ کی تیسری دقت یہ ہے کہ گوتی ہوئی قیمتیوں کے زمانے میں اس کا بار اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے چنانچہ اس بناء پر بھی جرمی کے بار میں گذشتہ چلد سال کے اندر غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے - توان جملگ کی چوتھی اور آخری خصوصیت یہ ہے کہ جوہسے جوہسے زمانہ گذرتا جاتا ہے ، ادا کرنے والے ملک میں اس کی مخالفت برقراری جاتی ہے ، اس کو خلاف انصاف تصور کیا جاتا ہے : اور اس کی بدولت سیاسی تعلقات میں پیچیدگیاں اور بین الاقوامی کار و بار میں ساکھہ اور اعتیاد منتقل ہو جانے سے گونائوں دکاویں

پہدا ہو جاتی ہیں - جرمنی میں آدولف هتلر کی ترقی کا راز بہت بڑی حد تک توان جنگ کے انہی نائیزیر نتائج میں مفسر ہے -

اگر فاتح ملکوں کے مذکورین واقعی تدبیر سے کام لیتے تو اولاً وہ توان کی ایسی نصیحتہ انگلیز ستدار متعدد نہ کرنے دوسرے وہ اس بات پر اصرار نہ کرتے کہ ان کے مطالبات نقد سونے کی شکل میں ادا ہوں فرانس اور بلجیم کو در حقیقت جو چیز مطلوب تھی وہ سونے کی غیر ضروری مقادار نہیں بلکہ اپنے تباہ شدہ علاقوں کی دوبارہ تعمیر تھی - ایسی حالت میں کیا یہ بات زیادہ قریب عقل نہ نہی کہ توان جنگ کا حساب مارک، فرانک یا پونڈ میں کرنے کی بجائے جرمنی کو اس بات پر مجبور کیا جاتا کہ وہ منتخبین کی نگرانی میں اپنے مزدوروں اور اپنے مال و اسباب سے نمام تباہ شدہ علاقوں کی تعمیر کر دے - جرمنی سے اسی قسم کا توان فوراً وصول کیا جاسکتا تھا کیونکہ اس کے پاس نہ مزدوروں کی کمی تھی اور نہ اشیائے تعمیر کی - تابل ستائش ہیں فرانس کے وہ مزدور چندوں نے بے مثل فراخداں اور ممتاز سے کام لہکر اپنے مشہور ادارے کے نوسط سے حکومت پر پورا زود قلا کہ وہ توان وصول کرنے کا یہی قریب عقل طریقہ اختیار کرے - لیکن فرانس کے پہمتو ہرے سرمایہ دار یہ کیونکر کوارا کرسکتے تھے کہ دوسروں کی تباہی سے درپیٹ کسانے کا یہ زیں موقع ان کے ہاتھ سے نکل جائے - جرمنی سے عام تلفر کی حالت کا انتقام ہی پڑتے تھے کہ منتخب اور معقولیت کو شکست اور نلگداری اور بے عقلی کو فروغ ہو - منتخب پر کہ کانفرنسیں ہوئیں کمیشن متعدد ہوئے، کمیٹیاں بیٹھیں اور برخاست ہوئیں، لیکن جرمنی سے اس کی حقیقتی قابلیت سے زیادہ ایک بائی وصول نہ کی جاسکی - اولاً کچھہ مدت تک تو جرمنی کا توان جنگ دنیا کے دوسرے ممالک

کے باشندوں نے ادا کیا ۔ مثلاً جرمن مارک کی قیمت گرنی دیکھ کر خود ہمارے ملک میں ہزاروں اشخاص نے اپنا روپیہ جرمنی کے حوالہ کر دیا یا یون کہنے کے جرمنی کے توسط سے اس کے قرضخواہوں کی نذر کر دیا ۔ بعد ازاں جب جرمنی نے سابقہ زر کو مفسوخ کر کے جدید زر معیار طلاء کے اصول پر جاری کیا اور جرمن مارک میں استقامت پیدا ہوئی تو دوسرے ممالک اور خاصکر دیاستہائے متحده سے قرضہ لیکر تاؤان کی ادائی ہوتی رہی ۔ لیکن جب بعض اور وجہ کی بنا پر جن کا ذکر آئندہ آئیما ، دیاستہائے متحده سے مزید قرض حاصل کرنے کا امکان جانا رہا تو حالت بگٹوی شروع ہوئی ۔ کچھ دنوں تک ب्रطانیہ نے مدد دی لیکن جب خود ب्रطانیہ کی مالی حالت کی طرف سے ہے اطمینانی پہنچی تو اس حیران کن سلسلے کے اور جاری رہنے کا کوئی امکان باتی نہیں رہا ، حتیٰ کہ گذشتہ سال لوزان کالنترس میں متحدیین کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاؤان سے دست برداؤ ہو جانا پڑا ۔ نتیجہ وہی ہوا جو اس طرز عمل کی بدولت ہونا چاہئے تھا لیکن اس انعام میں ایک طرف تو جرمنی میں سخت تباہی پہنچی اور اسٹریزے مان اور برونلگ جیسے مدبریں کی جگہ گوئنگ اور ہر ہتلر جیسے اشخاص نے حاصل کی اور دوسری طرف معیار طلاء کا بین الاقوامی انتظام جس پر ساری دنیا کی تجارت خارجہ کا مدار تھا ۔ تکرے تکرے ہو گیا ۔

تاؤان جنگ کے سلسلے میں خود متحدیین کے باہمی جنگی قرضوں کا مختصر ذکر بھی ضروری ہے ۔ صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف جرمنی ، آسٹریا ، ہنگری اور بلگیریا سے تاؤان جنگ وصول ہوتا ہے اور جن ممالک کو یہ تاؤان وصول طلب ہے وہ ب्रطانیہ ، فرانس ، انگلستان ، بلجیم ، پیکو سلوکیا ، دومنیا ، پوکو سلاویا ، یونان ، پرتغال ، اور ب्रطانیہ نوآبادیات ہیں ۔ دوسری طرف تاؤان جنگ کے یہ تمام

امیدوار خود یا نو ریاستہائے متحدة امریکہ کے قرضدار ہیں یا بريطانیہ عظمیٰ کے پر اکثر و بیشتر صورتوں میں دونوں کے - اب ان جملگی قرضوں کی بھی وہی نوعیت ہے جو توان جملگ کی ہے یعنی یہ قرضے پیدا آرہ اعراض کے لئے نہیں لئے گئے تھے، بلکہ اسی کڑا ارض کے خاص خاص حصوں پر بستے والوں کو ہلاک اور ان کے املاک کو تباہ کرنے کے سامان فراہم کر لئے کے لئے حاصل کئے کئے تھے - ظاہر ہے کہ توان کی (قوم کی) طرح ان کا بار بھی براہ دامت قرضدار ممالک کے مالیات پر پوتا ہے - جنہیں بجز اس کے کوئی چارہ کاد نہیں کہ ایک طرف تو اپنے اپنے باشندوں پر خوب تیکس لگاکر اُن کی ادائیگی کی سبیل نکالیں اور دوسروی طرف حتی الوضع اس بات کی کوشش کریں کہ اپنا مال دوز افزوں مقداروں میں دوسرے ممالک کے ہانہ فروخت کریں لیکن دوسرے ممالک کا مال جتنی الوضع اپنے ملک میں نہ آنے دیں، ناکہ اس طور پر جو ماحصل زائد سونے کی شکل میں حاصل ہو اُس سے اپنے قویتے ادا کر سکیں - لیکن جب ہر ملک بیچنا چاہے اور کوئی خریدنا نہ چاہے تو اس سے ماحصل زائد نو دستیاب نہ ہوگا، البتہ مددیرین سیاست کے تدبیر کا ایک دلچسپ سلطمنت ضرور بیہن نظر ہو جائیتا - توان جملگ کی دوسری خصوصیات بھی متحدیں کہ ان باہمی قرضوں میں بدرجہ اُنم موجود ہیں یعنی وہ اندروں نہیں بلکہ خارجی قرضے ہیں اور اسوجہ سے ملتکلی (قوم کا عتقدہ لایخنل اور خارجی غیر پیدا آرہ قرضوں کی دوسری خرابیاں یہاں بھی نمایاں ہیں، تیسرویہ کہ قبیلتوں کی تاختیف کیوجہ سے ادا کرنے والے ممالک کے حق میں یہ قرضے بھی بہت بوا بار ہو گئے ہیں - توان جملگ اور جنگی قرضوں کے متعلق، ہمارے اس تمام استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کل مہذب دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک کثیر غیر پیدا آرہ قرضوں میں مبتلا ہیں - ان میں سے بعض صرف قرضدار ہیں،

بعض صرف قرضخواہ اور اکثر قرضدار ہیں میں اور قرضخواہ ہیں - چونکہ یہ تمام قرضے صرف غیر پیدا آؤ کاموں میں صرف ہوئے ہیں اسلائے ادا کرنے والوں کے حق میں وہ بہت برا بار ہوئے ہیں - خصوصاً جب سے تجارت خارجہ والی اشیاء کی قیمتیوں میں تغییر ہوئی ہے اُنکا بار باکمل ناقابل برداشت ہو کیا ہے - توان جلگ اور جلگی قرضے ادا کرنے کی فکر میں ہر ملک کو کوشش کر دھا ہے کہ اپنا مال تو فروخت کرے لیکن دوسروں کا مال نہ خریدے - نتیجہ یہ کہ کسیکا مال فروخت نہیں ہو دھا ہے - اگر ہر ملک کے اثنائے اور ذمہ داریوں کا حساب کیا جائے تو صرف دو ملک ایسے باقی رہتے ہیں جنہیں بتحمیت مجموی کثیر رقمیں واجب المصلول (ہٹی) ہیں : ایک ریاستہائے متحدہ دوسرے فرانس - نتیجہ یہ کہ جو ہے یہ قرضے ادا کرنے کی کوشش کیجانی ہے دوسرے ممالک سے سونا نکل نکلکر ان دو ملکوں میں جمع ہونے لگتا ہے - اور اسکی وجہ سے بین الاقوامی انتظامات زد میں سخت پیچیدگی اور ناقابل حل مشکلات پیدا ہو جانی ہیں اور جو سے جیسے یہ پیچیدگیاں اور مشکلات بڑھتی جائی ہیں ' قرضاؤں کی مالی حالت اور سماں ہوتی جائی ہے اور وہ قرضے ادا کرنے کے اور ناقابل بلند جاتے ہیں - ان حالات میں إصلاح کی بجز اسکے اور کیا تدبیر ہو سکتی ہے کہ ان تمام غیر پیدا اور قرضوں کا یک لخت خاتمه کر دیا جائے ' عام اذیں کہ وہ توان کی شکل میں ہوں یا جلگی قرضوں کی شکل میں ؟ توان کی حد تک تو یہ تدبیر بصد جبر و اکراه اور بہ دفعت تمام اختیار کیجا چکی ہے وہ جلگی قرضے تو اکثر ملکوں نے اُس کے ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے ' جنمیں سب سے نمایاں مثال فرانس کی ہے - برطانیہ یہی اُن کے ادا کرنے پر آمادہ نہیں ہے اور اس بارے میں ریاستہائے متحدہ سے گفت و شدید جاری ہے - حالات و قرائن صاف طور پر بتلا ہے ہیں کہ توان جلگ کی طرح یہ جنمیں قرضے بھی بہت جلد بین الاقوامی سیاسیات سے نا پیدا ہو جائیں گے -

(۳۷)

(۳۸)

اب ہم معاملی توبیعت کے ایک اور دلچسپ مظہر یعنی تجارتی مسائل کی طرف متوجہ ہوں گے - ہر شخص یہ جانتا ہے کہ تجارت کا انحصار تقسیم عمل کے اصول پر ہے اور تقسیم عمل کے فوائد بالکل بدیہی اور نانابل انکار ہیں - بھائے اسکے کہ ہر شخص اپنی ضرودت کی تمام اشیاء خود تیار کرے ، یہ زیادہ مذکوب ہے کہ مختلف لوگ مختلف کاموں کے لئے منصوص ہو جائیں اور اپنی اپنی پیداواروں کا آپس میں مبادله کر کے اپنی ضروریات پوری کریں - اس طور پر کیا بلحاظ مقدار اور کہا بلحاظ خوبی کام بہتر طور پر انجام پاتے ہیں اور جو انسانی جماعتیں اس اصول پر عامل ہوتی ہیں انکا معیار زندگی کے مقابل دوسری جماعتوں کے جو اسپر عامل نہیں ہوتیں ' بہت بلند ہوتا ہے -

اس اصول کا اطلاق جس طرح ایک ہی ملک کے دہنے والوں پر ہوتا ہے ' بالکل اُسی طرح مختلف ممالک کے مابین بھی کیا جاسکتا ہے - ہر ملک ہر چیز کی پیدائش کے لئے مساوی طور پر موزوں نہیں ہے بلکہ خاص خاص ملک خاص خاص چیزوں نسبتاً بہتر اور ارزان تیار کو سکتے ہیں - ایسی حالت میں بحیثیت مخصوصی نام دنیا کی دولت میں ' اور فردآ فردآ ہر ہر ملک کی خوشحالی میں ' کہہ سے کنہر اضافہ کرنے کی بدیہی صورت یہ ہے کہ ہر ایک ملک ایسے آپ کو صرف ان چیزوں کی پیدائش کے لئے منصوص کر دے جن کے لئے وہ گونائیوں اسی طبق کی وجہ سے موزوں تریں واتع ہوا ہے اور اپنی ضرورت کی بقیہ چیزوں دوسرے ممالک سے جو ان کی پیدائش کے لئے خاص طور پر موزوں ہیں ' بذریعہ مبادله حاصل کرے - اسی مبادله کو اصطلاح میں تجارت خارجہ یا تجارت بین الاقوام کہتے ہیں -

موجودہ زمانے میں جبکہ، درائع آمد و دفت کی ترقی کی بدولت
دنیا کے دور دراز مصالک ایک درسرے سے قریب اور قریب تر ہوتے جا رہے
ہیں، اقتصائی عقلمندی یہ ہے کہ بنی نوع انسان تقسیم عمل کے
اصول سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے اور جہاں تک ممکن
ہو تجارت داخلہ اور خارجہ دونوں کو ایسے راستوں پر لگائے
جس سے دنیا میں کثیر سے کثیر خوشحالی بھیل سکے۔ تجارت
داخلہ کی حد تک تو دنیا اس اصول کی صدائیت کو تسلیم کر چکی
ہے اور ہر ملک اس بات کی پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ نہ صرف
تجارت کے راستے سے ہر قسم کی دکاوٹ کو دور کرے بلکہ جماں تک ممکن
ہو مال و اسباب کے نقل و حمل میں سہولتیں پیدا کرے لیکن
جونہی تجارت خارجہ پر اس اصول کا اطلاق کرنے کی کوشش کیجااتی
ہے، معاشی قومیت کے جذبات اپنا اثر دکھانے لگتے ہیں اور لوگ ایسی
بدیہی حقیقت کے تسلیم کرنے میں پس و پیش کرنے لگتے ہیں۔
ہمارا ملک شاء یہاں تجارت آزاد اور تمامیں تجارت کے موافق و مخالف
دلائل پر بحث کرنا نہیں ہے۔ اس کی نہ یہاں گنجائش ہے اور نہ
ضرورت۔ (یعنی) یہ عرض کردیدنا ضروری ہے کہ باوجود ان عادی اور جزوی
مسئنیات کے جن سے معاشیں کو انکار نہیں ہے، اس اصول کی عام
صدائیت میں اب تک کوئی قابل لحاظ تبدیلی نہیں کیجا سکی اور
نہ آئندہ اس کی کوئی توقع نظر آتی ہے۔

لیکن گزشتہ نصف صدی کی معاشی تاریخ پر نظر ڈالنے سے
معلوم ہوگا کہ اس الہا میں دنیا کی تقریباً تمام آزاد قومیں نہابت
پابندی کے ساتھ اس اصول کی خلاف (وزی کرنی) (ہی) ہیں اور ایذی
عملداری کے اندر اکٹر ایسے کاروبار جاری کرنے کی کوشش کرتی (ہی)

ہیں جو بغیر حکومت کی امداد کے کمھی اپنے آپ نہ چاری ہو سکتے رہے اور نہ قائم رہ سکتے تھے ۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ کئی ممالک ایک ہی قسم کا مال و سامان اپنی اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ تباہ کرنے لگے اور اس کی وجہ سے ہر ایک کو اپنے مال کے لئے بازار اور اس کی تباہی کے لئے خام پیداوار حاصل کرنے میں دز افزوں دقتاً مختصہ ہوئے لگی ۔ لیکن جملگ سے پہلے تک یہ دقتیں اس حد تک نہیں پہنچ سکی تھیں کہ ان اقوام کو اپنے تجارتی مسلک کی غلطی کو تساہم کرنے پر منجبور کر سکیں ، اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ ایشیا اور افریقا کے کمزور ممالک ان طاقتیوں آزاد قوموں کی دشتوں کو بہت کچھ حل دریتھے تھے ۔ ایک طرف تو وہ اُن کی مصنوعات کے لئے وسیع بازار مہبیا کر دیتے رہے اور دوسرا طرف ان مصنوعات کے لئے طرح طرح کی خام پیداواریں فراہم کر دیتے تھے ۔ اگرچہ جملگ کے پہلے ہی سے اس انتظام کے بدیادی نمائیں ظاہر ہوئے لگ گئے تھے ، تاہم کسی نہ کسی طرح کام چل رہا تھا ، اور اگر جملگ واقع نہ ہوتی تو شاید اور چند سال نک یہ کیفیت برقرار رہ سکتی ۔ لیکن جملگ عظیم نے اس شعبے میں بھی بعض ایسے نگیرات پیدا کر دئے ہیں جن کی بدولت یا نو مختلف اقوام کو اپنے تدبیح تجارتی مسلک میں بہت کچھ تبدیلی کونا پڑی گئی اور یا انہیں تجارت بین الاقوام کے گونائوں فوائد سے محروم ہو کر ایک ادنیٰ مہیا رنگی پر قابع ہونا پڑی ۔ جملگ عظیم کے جو نتائج خاص کر تجارتی مسلک کے نقطۂ نظر سے ہمارے لئے غور طلب ہیں وہ حسب ذیل ہیں ۔

اول تو خود یورپ میں جملگ کی بدولت کئی ایک چھوٹی چھوٹی آزاد حکومتیں قائم ہو گئیں ۔ اب ان میں سے ہر ایک نے اُسی " بخششی

قومیت ” کے جذبے کے زیر اثر اپنے اپنے حدود کے اندر ہر قسم کے (عی ادا صلعتی کاروبار جاری کرنے شروع کئے عام ازیں کہ وہ کاروبار اُن کے قدرتی اور دوسرے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے موزوں ہوں یا نہ ہوں - چونکہ دوسرے ممالک کے مقابلے میں یہ کاروبار اپنے آپ قائم نہ رہ سکتے تھے ’ اس لئے ان نئی حکومتوں نے کچھ جوش و طمیت میں اور کچھ اپنی نئی حاصل کردہ آزادی کو جتنا کے خیال سے غیر ممالک کے مال پر اعلیٰ اعلیٰ شرحون سے محفوظ در آمد لکانا شروع کیا - یہ ممالک جو نسبتاً بڑے ممالک کے حق میں ہی باوجود اُن کے وسیع انترات کے ساخت تکلیفادہ ثابت ہو رہا تھا ، ان ذرا سی کمزور ، قرضدار اور محدود وسائل والی قوموں کے لئے صریحًا ناقابل عمل ثابت ہونے لگا - وجہ صاف ظاهر ہے - آج کل اکثر دیشتر کاروبار اُسی وقت نفع بخش نبات ہوتے ہیں جبکہ انہیں بڑے بیمانی پر چلایا جائے اور بڑے بیمانی پر چلانے کے لئے نہیں چیزوں کی خاص طود پر ضرورت ہے ، ایک سرمایہ دوسرے وسیع بازار ، تیسرا کثیر مقدار میں خام پیداوار - ان چھوٹے ممالک کو ان میں سے ایک بات بھی نصیب نہ تھی - سرمایہ تو انہوں نے اعلیٰ شرح سود کا لائچ دیکھ بعث دوسرے ممالک سے قرضوں کی شکل میں ایک حد تک حاصل کرلیا ، لیکن مال کی نکاسی کیلئے بازار نہ ملتے کی وجہ سے یہ قرض اُن کے حق میں غیر پیدا آور قرضی ہیں کئے اور کاروبار کا بیاب نہ ہونے کی وجہ سے وہ دو بروز گرانبار ہوتے گئے - اس حیوانی کے عالم میں ان ملکوں نے یہ سوچ کر کہ کم از کم اپنے اپنے ملکی بازار ہی محفوظ کرلیں ، بیرونی ممالک کے مال کی در آمد پر اور زیادہ شرحون سے محفوظ لکانا شروع کیا - گویا صورت یہ پیدا ہو گئی کہ ہر ملک اپنا مال تو بیچتا چاہتا ہے لیکن دوسروں

(۲)

کا مال خریدنا نہیں چاہتا اور جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں یہ مختص ایک مجملوناہ حرکت ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نجارت بین الاقوام کا پودے طور پر خاتمه ہو جائے گا۔

جلگ عظیم کا ایک اور قابل لحاظ اثر یہ ہوا کہ اُس کی بدولت اکثر ایشیائی ممالک کو، جو اب تک صرف یورپی اقوام کے معماشی اغراض و صفائد کی تکمیل کا ذریعہ بلیے ہوتے تھے، اپنے صفائد کو سمجھنے اور اُسے موثر طور پر جتنا کا موقع مل گیا۔ بعض ایشیائی اقوام نے تو اپنے آپ کو یورپ کے سیاسی اور اسی وجہ سے معماشی اثر سے بالکل آزاد کر لیا ہے ایکن جو ایسا نہ کرسکے وہاں بھی کچھ نہ زمانے کے بدلتے ہوئے تخلیقات اور کچھ سیاسی ہلکیل نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ اب وہاں یورپ کے اغراض و صفائد کو خود اہل ملک کے اغراض و صفائد پر ترجیح دیتے کی بہت کم گلچائش (ہنگی) - نتیجہ یہ کہ یورپ والوں کے بڑے بڑے کاروبار جو مختص و سبیع ایشیائی بازاروں کے بڑے بر جل دھے تھے، اب دوسرے غیر نفع یخیں تابست ہوتے جا رہے ہیں۔ مزید بڑا جن ایشیائی ممالک میں جملگ کے خاص حالات کے زیر اثر فٹی نڈی صاعنیں قائم ہوئیں، وہاں فطرتی طور پر یہ خراہش پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اب کہیں بیرونی مقابلے کی وجہ سے نیا نہ ہو جائیں لہذا اعلیٰ اعلیٰ شرحوں سے غیر ممالک کی درآمدوں پر مختص اکائے جاتے ہیں۔

جلگ عظیم کا ایک اور بڑا نتیجہ دیاستہائی متحدة امریکہ کی حالت کی تبدیلی ہے۔ ہم اس سے قبل یہ معلوم کر چکے ہیں کہ کیونکر جنگ کی بدولت دیاستہائی متحدة کی حیثیت بجائے قرضدار کے

(۳۲)

ایک بڑے قومی خواہ ملک کی ہو گئی ۔ تجارتی مسلک کے نقطۂ نظر سے بھی یہ تبدیلی بہت اندھت رکھتی ہے ۔ دنیا کے اکثر و پیشتر ممالک کی طرح ریاستہائے مدنہدہ کا مالی مسلک بھی تدبیم سے تامین تجارت رہا ہے ۔ جملک اس ملک کی حیثیت ایک قرضدار کی سی تھی ۔ یہ مسلک اس کے لئے چندار ناموزون نہیں تھا، کیونکہ اس زمانے میں وہ دوسرے ممالک سے زیادہ مال خریدتا اور اپنا مال کم فروخت کرتا تھا، اور اس طرح جو زائد قیمت، واجب الادا ہوتی اس کے لئے باہر سے قرضہ لیا کرتا تھا ۔ چنگ کے زمانے میں صودت حال بالکل اس کے برعکس ہو گئی ۔ اب دوسرے تمام ممالک کثیر سے اس کے قرضدار نہیں اور اس پر طریقہ یہ کہ اب وہ اپنا مال زیادہ فروخت کرنا اور دوسروں سے کم خریدنا چاہتا ہے ۔ جملگ کے بعد چند سال تک تو بون کام چلتا رہا کہ امریکہ کو جس قدر دفعہ واجب الادا ہوتی تھیں انہیں وہ قرضہ نہ طور پر پور پورا والوں کے حوالے کر دیتا تھا ۔ لیکن جب بعض وجہ سے یہ سلسہ بھی بند ہو گیا تو اب بجز اس کے کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ یا تو مال و اسباب کی شکل میں اپنے قرضہ واپس لے یا پور ہمیشہ کے لئے اپنے قرضوں سے ہی شاتھ دھو بیٹھے ۔ معاشی قومیت کا دراصل یہ ایک بہت دلچسپ نتیجہ ہے ۔

(۵)

دنیا کی موجودہ کساد بازاری کے سلسلے میں ہم یہ اکثر سنتی ہیں کہ ذراعت پیشہ طبقتوں پر اس کساد بازاری کا خاص طور پر ساخت اور پڑا ہے ۔ اس واقعہ نے اسباب نامنعت کو بیان پہاں پر بھل لئے ہے ۔

نہ ہو گا ۔

ابھی تک یہ خیال بہت عام تھا کہ سائنس کی ترقی اور مشین کے استعمال کی بدولت انسان کی قوت پیدا آؤ گی میں جو غیر معمولی اضافہ گزشتہ ایک صدی کے اندر ہوا ہے وہ صرف صنعت و حرفت تک محدود ہے - زراعت کے متعلق یہ خیال تھا کہ اس کاروبار کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ اُس میں نہ سائنس کے انکشافات سے کوئی خاص فائدہ انتہایا جاسکتا ہے اور نہ مشین کے استعمال کی زیادہ گلچاہی ہے - اس بلا پر کئی مرتبہ پیشین گوئیاں کی گئیں کہ زرعی پیدا وادوں کی تیمتیں مصنوعات کی قیمتیوں کے مقابلے میں لازمی طور پر بڑا جائزگی کیوں کہ زراعت پیدائش بیمانہ کبیر کے ان تمام فوائد سے منحروم ہے جو صنعت و حرفت کے کاروبار کو بدرجہ اُنم حاصل ہیں - لیکن یہ پیشین گوئیاں کبھی یوں نہیں ہوئیں - حقیقت یہ ہے کہ پیدائش دولت کے جدید طریقوں نے جس طرح صنعت و حرفت کے کاروبار میں انقلاب پیدا کر دیا ہے، اُسی طرح زرعی کاروبار بھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے اور یہ کیونیت بیسویں صدی کے آغاز سے بہت زیادہ نہایاں گوئی ہے - زراعت کے مختلف شعبوں میں اب مشینوں کا استعمال دوسرے ہے ۔ چلگ سے پہلے تک صرف دنیا کے نو آباد ممالک مثلاً کلماڈا، اور آسٹریلیا میں یہ «جھان زیادہ» رظر آتا تھا لیکن اب تو قدیم ممالک میں بھی یکے بعد دیگرے زراعت کے قدیم طریقے متروک ہوتے جا رہے ہیں اور بتے ہیں اسکے بیمانوں پر مشینوں سے زراعت کرنے کا دوچھوٹا جا رہا ہے - اسکے علاوہ سائنس کی دو افزوں معلومات سے بھی زراعت کے ہر ایک شعبے میں وسیع پیمانے پر استفادہ کیا جا رہا ہے : مصنوعی کپادوں کے ذوبھے سے زمین کی قوت پیدا آؤ گی کو بڑھانا، عمدہ تہم پیدا کر کے مختلف

پیداواروں کی خوبی میں اضافہ کرنا، آبیاشی کے ذرائع کی توسیع سے زئی نگی زمینوں کو قابل کاشت بنانا، مویشیوں کی نسلوں کو طرح طرح سے سدھارنا اور ذرعی پیداواروں کو بغیر ان میں کوئی خرابی پیدا ہوئے داد دراز ممالک تک دوانہ کرنا، ان تمام امور میں سائنس کی تحقیقات سے جو غیر معمولی امداد آجکل حاصل کیجادہ ہے، اسکا علم ممکن ہے عام طور پر نہ ہو لیکن اُس کے نتائج دو افراد ذرعی پیداواروں کی شکل میں ہماری آنھوں کے سامنے موجود ہیں۔ اشیائی خوداک کی کمی کے سبب بلوں نوع انسان کا قحط کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا، کبھی اس قدر بعید از قیاس نہیں معلوم ہوتا تھا جتنا کہ رہ آج کل نظر آتا ہے۔ دنیا کو آجکل جو شکایت ہے وہ ذرعی پیداواروں کی قلمت کی نہیں بلکہ انکی افراط کی ہے، حالانکہ ابھی اکثر و بہشتدر ممالک میں زداعت انہیں قدیم، غیروں کا گزار اور ناقص طریقوں سے کیجادہ ہے۔ چب ہندوستان اور چین جو سے وسیع اور ذخیرہ ممالک بھی ان جدید طریقوں سے کام لینے لگیں تو نہ معلوم خداکی یہ عجیب و غریب مخلوق اپنے خالق کی ان گونائوں نعمتوں پر کستند راویلا میجاہت ہے۔

صر کے قدیم انساروں میں ایک قصہ مندرجہ ہے جسکا بیان یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ سنا یہ کہ گھوڑوں جو اب صرف بالوں میں پیدا ہوتا ہے، کسی زمانے میں درخت کے سرے سے لیکر زمین نک بواہر اگا کرتا تھا۔ ایک صرتہ کسی عورت کا بچہ دریائی نہل کے کنارے کیچڑ سین گرگیا۔ ماں نے بچے کو صاف کرنے کا لئے متھی بھر گھوڑوں توزیل ہے۔ دیروتاوں کو بڑا غصہ آیا کہ نالائق انسان انکی نعمتوں کو اس طرح ضائع کرے۔ انھوں نے بال کو جھوڑ کر پوچھے کہ بالی تمام حصے کو گھوڑوں اگالے

کے نا قابل بلادیا تا کہ انجام کی قلمت ہو جانے سے حضرت انسان کو اُسکی
قدر معلوم ہو - جیسا کہ سو آدھر سا لتر نے اس قصے کے ضمن میں بیان
کیا ہے ' ممکن ہے سائنس کی انکشافت کی بدولت ہم دوبارہ اس نعمت
کو دیوتاؤں سے حاصل کر لیں لیکن اس عجیب و غریب دنیا میں جہاں
افراط کا یہ اثر ہوتا ہے کہ لوگ اور مجلس ہو جانے ہیں ' اس کھوئی
ہوئی نعمت کا دوبارہ حاصل ہو جانا سرستہ ہماری مشکلات میں اور
اصفانہ کر دیتا ۔

مختصر یہ کہ گذشتہ چند سال سے فلم اور اجنبی سی پیداوار
میں تو غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے - لیکن اُن کی طلب میں اُسی
مذاہبت سے توسعہ نہیں ہوئی ہے - اور یہ کوئی زیادہ تعجب کی بات
نہیں - انسان کو اشیائے خود اک کی بلاشبہ سخت ضرورت ہے لیکن یہ
ضرورت بہت تھوڑی مقدار سے رفع ہو جاتی ہے اور انسان ضرورت سے زیادہ
ان چیزوں کا خواہشمند نہیں ہوتا - کیونکہ جیسا کہ اقتم اسمتہ مدتیں
قبل کہہ چکا ہے شکم انسانی کی وسعت بہت محدود ہے - دوسری اشیاء
کی حالت بالکل اس کے برعکس ہے - جس قدر آپ اُنکی سر برہی
کیجئے اسیندر وہ " هل من مزید " پکارتی ہیں - یہی وجہ ہے کہ
جون جون مصنوعات میں توسعہ اور اُن کی قیمتیں میں نہیں
ہوتی ہے ، اُنکا بازار بھی اُسی مذاہبت سے وسیع ہوتا جاتا ہے ' پرانے
خریدار پہلے سے زیادہ متقداریں خریدتے ہیں اور جو لوگ اب نک خرید
نہیں سکتے تھے وہ خریدار بلنتے جاتے ہیں - زرعی پیداواریں اور خاکہ
اشیائے خود اک بدیہی طور پر اس صفت سے ملتی ہیں ' نتیجہ یہ کہ
بہ حیثیت مجموعی اُن کی طلب میں بجز اضافہ آبادی کے
کوئی بڑی توسعہ کی گنجائیں نہیں بلکہ بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے

کہ جیسے جوں آمدنی بڑھتی اور معیار زندگی بلند ہوتا ہے، گھروں اور چاول جیسی اہم اشیاء کا صرف کم ہونے لگتا ہے، کیونکہ انکی جگہ لوگ زیادہ تغذیہانہ غذائیں استعمال کر لگتے ہیں (مثلاً دیاستھائی متحده میں ہر سال جو گھروں کا آٹا استعمال ہوتا ہے اسکی مقدار سالہ ۱۸۸۹ع میں توفي کس ۲۲۳ پونڈ تھی لیکن سالہ ۱۹۴۹ع میں وہ کم ہوت کر ۱۷۵ پونڈ ہو گئی تھی اسکے علاوہ اجداں کی طلب میں تخفیف دائر ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ جانوروں کی قوت محرکہ سے کام لیلے کا طریقہ وہ بروز متبروک ہوتا جاتا ہے۔ پہلے قوت محرکہ کا انحصار اجداں پر تھا، اب وہ پترول پر ہے۔ نتیجہ یہ کہ وہی مشبليں جو ایک طرف زمین کی پیداواروں میں اضافہ کر رہی ہیں، دوسرا طرف ان پیداواروں کے استعمال میں تخفیف کا سبب ہیں (ہی ہیں، اب تک جو زمینیں جانوروں کیلئے خوارک اُٹا یا کرتی نہیں وہی اب انسان کی فدا پیدا کرنے لگی ہیں اور مکا اور گھروں جیسی اشیاء کی مددار رسد میں اسوجہ سے بھی بہت کچھہ اضافہ ہو گیا ہے۔ ان گوناگون اسباب کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف زرعی پیداواروں کی رسد میں خیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے اور دوسرا طرف ان کی طلب میں کوئی نمایاں توسعہ نہیں ہو رہی ہے۔ اسلئے اگر یہ دنیا کی کساد بازاری واقع نہ ہوتی، تب بھی زرعی پیداواروں کی قیمتیں گرتیں، لیکن اس کساد بازاری کی وجہ سے یہ تخفیف اور زیادہ ہو گئی ہے اور زراعت یوں طبقے کی قرضداری اسکے حق میں اور زیادہ کربلاں ہو گئی ہے۔

(4)

دنیا کی موجودہ کساد بازاری کے جو اسباب اب تک ہم نے بیان کئے ہیں، انہیں سے کچھہ تو طریقہ سرمایہ داری کی مانیت میں مفسر

ہیں اور کچھہ اُس عظیم الشان خلل اندازی کا نتیجہ ہیں جو گوشۂ
جلگ کی بدولت قوموں کے معاشی اور سیاسی تعلقات میں واقع ہوئی
ہے - لیکن ایک مدت تک ان اسیاب کا اثر دنیا کے رعنی اور قرضدار
مالک تک محدود رہا اور ان ممالک میں بھی اُنکا اثر ہمیشہ یکسان
طور پر شدید نہیں رہا - بلکہ گوشۂ پلدرہ سال کے عرصے میں بعض
بعض وقتے ایسے واقع ہوئے جبکہ یقیناً کساد بازاری کے کاروبار میں خوب
چہل پہل دھی اور جلگ کی بدولت تجارت خارجہ کے جو انتظامات درہم
برہم ہو گئے تھے ۱ ولا بہت بڑی حد تک دوبارہ سدھر گئے اور یہ محسوس
ہونے لگا کہ دنیا بہت جلد نہ صرف جلگ کے نقصانات کی تلافلی کر لی گی
بلکہ معاشی ترقی کے ایسے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو جائی گی جلگ کا جلگ سے
قبل وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا - دیاستہائی متحدة اور فرانس
چونکہ ایک مدت تک کساد بازاری کے اندرات سے محفوظ تھے اسلئے ان
مالک اور خاصکر دیاستہائی متحدة میں یہ وجہ سب سے زیادہ
نسایاں تھی - دیاستہائی متحدة کی معاشی حالت میں جلگ کی بدولت
جو تغیر واقع ہوا، اُسکا ذکر ہم اپر کر چکے ہیں، اب اُسی تغیر کے ایک
ذیلی نتیجے کی طرف ہمیں متوجہ ہونا ہے - ہمارا اشارہ سلہ ۱۹۲۸
اور سلہ ۱۹۲۹ کی اُس عجیب و غریب گرم بازاری کی طرف ہے جو
دیاستہائی متحدة کے صرافے میں واقع ہوئی اور جسکی وجہ سے یہ کساد بازاری
ایک تو عالمگیر بلگئی یعنی جو ممالک اُسوقت تک اسکے اندرات
سے محفوظ تھے وہ بھی اسکی زد میں آگئے، دوسرے خود یہ اندرات اور زیادہ
شدید ہوئے اور ان کی اصلاح میں اور زیادہ اُنچہلیں پیدا ہو گئیں ۔

انگریزی زبان کے (Speculation) کے لفظ سے اکثر لوگ واقعاً
ہیں ' اُردو میں اس کا ترجمہ " تخمین " کیا گیا ہے - اب ایک اپسی

سوسمائی میں جس کی معاشی زندگی کی بلیاں سرمایہ دادی کے طریقے پر ہو تھیں کے ذریعے سے ایک بہت ضروری معاشی کام انجام پانا ہے : وہ یہ کہ بسا اوقات عارضی اسباب کے اثر سے پا عام خریداروں اور فروشندوں کے غلط اندازے کی وجہ سے اشیاء کی قیمتیں میں غیر معمولی کمی بیشی واقع ہونے لگتی ہے - ابھی حالت میں بعض اشخاص اپسے آنکھتے ہیں جو اپنی خاص معلومات اور دیرینہ تجربہ کی بلاء پر تغیرات قیمت کے عارضی اور دیر پا اسباب میں امنیا اور بازار کی حالت کا صحیح اندازہ کر لیتے ہیں اور اپنی اس واقعیت سے یوں نفع کرتے ہیں کہ جب بازار میں قیمتیں نواجہ بی طور پر گرنے لگتی ہیں تو وہ خریدار بذگانے ہیں اور جب قیمتیں نواجہ بی طور پر چڑھتے لگتی ہیں تو وہ قروشندوں کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں ' اور اس طور پر ازال خرید کر گران فروخت کرنے سے جو نفع حاصل ہونا ہے ' وہی ان کی محنت کا معاوضہ ہے - اگرچہ یہ لوگ بہ ظاہر کوئی دولت نہیں پیدا کرتے بلکہ مخصوص عوام کی نواقلیت یا یوں کہتے کہ اپنی خاص واقعیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں تاہم اسیں ذرا بھی شکا نہیں کہ وہ ہماری موجودہ سرمایہ دارانہ تنظیم معیشت میں ایک بہت ضروری فرض انجام دیتے ہیں ' کیونکہ بازار میں ان کے موجود ہونے سے اشیاء کی قیمتیں میں بار بار بڑے بڑے تغیرات نہیں واقع ہونے پاتے اور ان سے مبتلا اور محدود کے اندر رہتی ہے اور ان سے مبتلا اور محدود کے لئے قیمتیں کی یہ استقامت چسق درست مفید اور ضروری ہے ' اس کی تشریح کی یہاں چلداں ضرورت نہیں ہے - لیکن یہی تھیں جو ہمارے نظام معیشت کے لئے اس قدر نائز ہے ' بعض اوقات اس طور پر

استعمال کیجاسکتی ہے کہ اُس سے بجائے فائدے کے نقصان پہنچنے لگے اور انتظام معمیشنا بجائے برقرار رہنے کے اور درہم برہم ہو جائے اور یہ صورت بالعلوم اُس وقت واقع ہوتی ہے جبکہ عام لوگ جو بازار کے اصلی حالات سے تھیک طور پر والف نہیں ہوتے، تخدمین میں حصہ لیتے لگتے ہیں، یا تخدمین کے کاروبار کرنے والے واقعکار اشخاص بددیانتی سے کام لیتے لگتے ہیں - بدنسبتی سے اس قسم کی نامناسب اور ضرر دسان تخدمین کا ایک حیرتناک واقعہ سلسلہ ۱۹۱۴ع میں ریاستہائے متحدة میں واقع ہوا۔ لیکن اُس کا انہ صرف اُسی ملک تک محدود نہیں رہا بلکہ تمام یورپ اور کم و بیش ساری دنیا میں اب تک اس کے انڑات اپلا کام کر رہے ہیں پہ ہم معلوم کرچکے ہیں کہ جلگ عظیم سے قبل ریاستہائے متحدة نسبتاً کم دولتماند اور بہ حیثیت ماجد و عزی ایک قرضدار ملک تھا۔ اس کے بر عکس مغربی یورپ کے ممالک نسبتاً زیادہ دولتماند اور بڑے سرمایہدار تھے جلگ سرمایہ دنیا کے گوشے گوشے میں لگا رہا تھا۔ جلگ کے بعد حالت بالکل بدل گئی اب ریاستہائے متحدة کی حیثیت تو ایک بہت بڑے قرضخواہ ملک کی ہوئی اور یورپ کے تمام ممالک اُس کے قرضدار بلکئے - مزید براں جس اثناء میں اقل یورپ آپس میں مصروف پیکار تھے، ریاستہائے متحدة نے اپلی صلح و حرمت کو خوب توقی دی اور جہاں یورپ والوں کا مال قروخت ہوتا تھا، وہاں ریاستہائے متحدة کے قدم جنمے لگے۔ جلگ کے بعد بھی یورپ والوں کی حالت نوچار سال کی خونریزی اور جان و مال کی تباہی سے بے حد پست ہو گئی نہی لیکن ریاستہائے متحدة باوجود آخری زمانے میں شریک جلگ ہونے کے بہت خوشحال تھیں۔ ممالک یورپ اپنی شکستہ صفتیوں اور تباہ شدہ ذراحت کو درست

کرنے میں طرح طرح کی دقتیں محسوس کر رہے تھے اور خاصکر شکست
خود دا جرمی تو کلہتاً (پیاسٹھائے متنحدرا کے دھم و کرم پر زندگی بسر
کر رہا تھا۔ اپنی شکستہ حالت کی اصلاح اور توان جنم کی ادائی
دونوں کے لئے وہ کثیرت کے ساتھ، قرضے لئے رہا تھا اور ان قرضوں کا اکثر
و بیشتر حصہ (پیاسٹھائے متنحدرا ہی سے آ رہا تھا۔ برطانیہ عظمی
اگرچہ بہ حیثیت مجموعی قرضاخواہ تھا لیکن وہ بھی (پیاسٹھائے متنحدرا
کا قرضدار تھا۔ اُس کے اکثر و بیشتر بازار غیر ممالک اور خاصکر
(پیاسٹھائے متنحدرا اور جاپان کے قبضہ میں چل گئے تھے اور ان بازاروں
پر دوبارہ تسلط قائم کرنے میں اُسے گولناگوں مشکلات پیش آ رہی تھیں۔
فرانس کی مشکلات اگرچہ اس قدر سخت نہ تھیں تاہم وہ بھی
(پیاسٹھائے متنحدرا کا قرضدار نہا۔ مختار صریح کہا یووہا کے ان بڑے بڑے
ممالک کی تباہ حالی اور ساتھہ ہی اپنی معاشی حالت کی غیر معمولی
ترقی کو دیکھ کر اہل امریکہ کو اپنی کامیابی پر گھملا تھیں تو کم از کم
یہ خیال ضرور پیدا ہو گیا تھا کہ اعلیٰ معیار زندگی حاصل کرنے کا ایسا
گرو ان کے ہاتھہ لگ گیا ہے جو دوسری قوموں کو نصیب نہیں اور قدرت
آن کے حال پر کچھ ایسی مہربان ہے کہ وہ جس کام میں ہاتھہ دالتے
ہیں، انہیں توقعات سے ذیادا کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ غرض (جائیت
کی ایک لہر تھی جو اس ملک میں دورگنی تھی اور اُس کے آثار
معاشی زندگی کے اکثر و بیشتر شعبوں میں نہایاں تھے۔ انہیں شعبوں
میں سے ایک شعبد Stock exchange یعنی صرافی کے گار و بار کا
ہے۔ چنانچہ اس پر بھی گرد و پیش کے حالات کا اثر پڑنا شروع
ہوا۔ لوگ نہایت اشتیاق کے ساتھہ کمپنیوں کے حصے خریدنے لگے
اور ان حصوں کی قیمتیں فوراً چڑھی شروع ہوئیں۔ مخصوص اس امداد

بڑ کہ مال خوب فروخت ہوگا، کاروبار فروغ پائیں گے اور کارخانے نفع کمالیں گے؛ لوگ ان گوناگوں قسم کے حصص اور تمسکات کی بڑا بڑا کر قیمتیں دیتے لگے اور جسائد خریداروں کا یہ اشتیاق بڑھا، اُسی قدر قیمتیں میں اضافہ ہونے لگا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ وہ بغیر کسی جد و چہد کے دوز بروز زیادہ دولتماند بلتنے چلے جا رہے ہیں تو فطرتی طود پر اُن کے قمار بازی کے رجحان کو اور تحریک ہوئی اور اہل امریکہ نے عقل کو بالائے طاق دکھا، آنکھیں بلند کر کے ایسا جوا کوہیلنا شروع کیا جس کی تاریخ عالم میں کہیں تظییر نہیں ملتی۔ بس بیس قیصدی شرح سود پر قرض لے لیکر لوگ ایسے کارخادوں کے حصے خریدنے لگے جن کا ابھی کوئی وجود بھی نہ تھا؛ اور یہ شخص اس امید پر کہ یہ کارخانے جب قائم ہو جائیں گے تو اُن کا مال خوب بکھرا اور انہیں خوب مذاقع حاصل ہوگا۔ امریکہ میں بلکہ کاری کا نہایت عمدہ انتظام قائم تھا تاکہ کاروباری اغراض کے لئے قرضے کے لین دین میں سہولت ہو۔ لیکن یہی سہولت اس زمانے میں جیکے ملک کی بہر میں تکمیلیں اور قمار بازی کی وبا بھیلی ہوئی تھی، ملک کے حق میں بہت خطر لای ثابت ہوئی۔ ہر شخص کا حنہقی پس انداز تو جو تھا وہی قائم رہا لیکن اُس کے قابل فروخت تمسکات کی قیمتیں دوز بروز بلکہ لمحہ بہ لمحہ بڑا دھی تھیں اور ان بڑھتی ہوئی مالیت کے تمسکات کی ضمائمت پر وہ اپنے بلکہ سے مزید قرض لیتا اور اس رقم سے مزید تمسکات خریدتا تھا۔ لوگوں کو یوں داتوں دات دولتماند بلتنے دیکھ کر بہت سے اشخاص جو یورپ کے حاجتماند ممالک کو قرضے دے دیتے تھے، اب اپنی رقمیں خود ملک کے اندر تمسکات کی خرید و فروخت میں لگانے لگے اور سابقہ قرضے واپس طلب کرنے لگے۔ یہی نہیں بلکہ خود ممالک بروپ کے دولتماند اشخاص

بھی ایک حد تک اس وبا سے افر پذیر ہوئے اور انہوں نے بھی دولتمہد پذیر کی اس سہل ترکیب سے فائدہ اٹھائے کہ اللہ اپنی رقمیں بچائے اپنے ملک کی شکستہ حالت کی اصلاح میں اکٹھ کے کثرت سے امیریکہ روانہ کیپں اور اس طور پر یہ چندوں پہلیتے پہلیتے تمام ہے جسے سرمایہ دار ممالک پر حاوی ہو گیا اور ایک اچھا خاصہ مذاق طریق سرمایہ داری کے منظہ الفین کے ہاتھ آگیا ۔

پھر اتنا لک کے ایک جانب تو تھمیں کی یہ گرم بازاری تھی اور لوگ یہوں لمحہ بہ لمحہ دولتمہد بلتے چلے چاہتے تھے لیکن اُسی کی دوسری جانب یورپ اور خاص کر جرمی میں حالت بد سے بدتر ہو دی تھی ہوئی ۔ جملگ اور شکست کے مصالب کو دفع کرنے اور اپنی سابقہ معاشی حالت پر لونے میں جرمی نے جو ہمت اور مدد عدی دکھائی وا بلا شبہہ ہماری تعریف کی مستحق ہے لیکن ساتھ ہی یہ بات یاد کولے کے قابل ہے کہ یہ سادی جد و جہد قرض لی ہوئی رقموں پر مختصراً ہتھی کہ فاتح متحدیوں اپنے شکست خود کا دشمن سے اب تک جستجو ناوان جنگ وصول کرسکے وہ بجز آخری دو ایک قسطوں کے سب کا سب انہی نام نہاد فاتحیوں سے قوض لے لے کر ادا ہوا ہے । گویا یہوں سمجھوئے کہ ادھر فاتحیوں نے اپنی رقمیں ایک جیب سے دوسری جیب میں م منتقل کر دیں اور ادھر جرمی کا ناوان جملگ ادا ہو گیا ۔ اس کے علاوہ جرمی نے اپنی صنعت و حرفت کو درست کرنے اور ان میں دوبارہ جان قامل کے لئے جو کثیر و رقمیں قرض لیں ۔ وہ علیحدہ ہیں ۔ مختصراً یہ کہ جملگ کے بعد دس سال کے اندر اندر وسط یورپ میں جو دوبارہ اعلیٰ ہلچل بیدا ہو گئی تھی وہ سو اسر قوفی لی ہوئی رقموں کے بل ہوتے پر قائم اور انہی پر جاری تھی اور ان رقموں کا اکثر و بیشتر حصہ

صرف (یا ستمائے متحدة سے حاصل کیا ہوا تھا۔ اب جو امریکہ میں تنخیل کی ویا پہلی تو قرضوں کا یہ سلسہ بلد ہو گیا۔ پچھلے قرضے نہایت شدت کے ساتھ واپس طلب کئے جانے لگے اور خود یورپ والوں کا سرمایہ بھی امریکہ ہی کی طرف جانے لگا۔ جملگ کی بدولت ذر کے معاملات اور بلک کاری کے انتظامات میں جو سخت بدنظمی پیدا ہو گئی تھی، وہ کئی سال کی پریشانی اور بڑی دقتون کے بعد اب وضع ہوئی تھی اور معمولی حالات و فتنہ دوبارہ عود کر رہے تھے۔ لیکن یورپ کے مرکزی بلکوں سے یکایک کثیر رقمیں باہر نکلمے لگیں تو صورت حال پھر خطرناک ہو گئی۔ اپنے اپنے ذخیروں کو بچانے کے لئے ان بلکوں نے سود کی شرحوں میں اضافہ کرنا شروع کیا، تاکہ لوگ اپنی رقمیں واپس نہ طلب کریں بلکہ اعلیٰ شرح سود کے لائق میں انہیں کے ہاں رکھو جاؤں۔ اس ترکیب سے اصل مقصد تو حاصل نہیں ہوا، کیونکہ رقمیں برابر نکلتی ہیں وہیں، لیکن پیدا یہں دولت کے کاروبار میں سخت دکاوٹ یہیں آنے لگی۔ سود کی شرح بڑھتے سے مصارف پیدا یہں بڑھتے لگے اور کارخازوں کے لئے تنفع کمانے کا امکان دوز بروز کم ہوتی لگا۔ جو کاروبار مشتمل سے چل رہے تھے وہ بلد ہونے شروع ہوئے؛ اور جو نسبتاً اچھی حالت میں تھے اُن کی حالت خراب ہونے لگی اور اس طور پر یورپ میں کساد بازاری کا دود شروع ہوا۔ لیکن امریکہ میں جب تک لوگ مجمونانہ طور پر حصہ کی خرید و فروخت میں مشغول رہے، انہیں یہ محسوس نہیں ہوا کہ کیونکر دوسرے ممالک کی بہائی اور بڑائی کے ساتھ خود اُن کی بہائی اور بڑائی وابستہ ہے، بلکہ وہ اس دلخواش کن خیال میں مبت رہے کہ دوسرے ممالک کی تباہی کا اُن پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ”جب تک ملائک معلوم ہوا ہم نے یورپ والوں کو قرض دیا۔ اب

جنوں خود اپنے شی ملک کے میں نفع کرنے کا ایسا زرین موقع پیدا ہو گیا تھا تو کوئی وہ نہیں کہ ہم اپنا سرمایہ اُسی طرح باہر دوانے کرنا، رہا یا اپنے قرضا داروں سے پچھلے قرضے واپس نہ طلب کریں۔ اگر یوں بہ دالے تباہ ہیں تو والا کرتوت کا خمہ بازاہ بھگت رہے ہیں، اور اگر ہم خوشحال ہیں تو یہ ہماری عقلمندی یا شاید خدا کی غیر معمولی عذایت کا نتیجہ ہے۔ یہاں ہے خلاصہ اُس طرز کا جو سنہ ۱۹۲۹ع تک اہل امریکہ نے دوسرے تمام ممالک اور خاص کر اہل یورپ کے ساتھ اختناد کر رکھا تھا۔ اخلاقی نقطہ نظر سے اُس کی پسندیدگی یا غیر پسندیدگی سے ہمیں کوئی سروکار نہیں لیکن واقعیت کے نقطہ نظر سے ہم یہ سروکار کہہ سکتے ہیں کہ یہ طرز عمل اصل صورت حال کے سراسر مبنائی ہے۔ دیونکہ اُس کی بدولت نہ صرف یورپ اور دنیا کے دوسرے ممالک، دن مشکلات میں اضافہ ہو گیا بلکہ خود اہل امریکہ ساخت مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ع کو تمسکات کی خرید و فروخت کی کرم بادا دی شانہ ہو گیا۔ جو لوگ داتوں رات دو تتمدد بن دھے تھے وہ اب آن واحد میں دیوالی ہو گئے۔ جن کافد کے پروزوں پر لوگ اپنی دولتمددی کی عمارت تعمیر کر دھے تھے، وہ اب کوڑیوں کے مول بکھے لگے۔ جن بلکوں نے انہیں پروزوں کی فسالت پر اپنے گاہکوں کو اس احتمانہ تخمین میں قسمت آزمائی کر لئے قرضے دائے تھے، وہ اب کارڈار پلک کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کسی کو دوسرے کا اعتبار نہیں رہا۔ جو کارخانے زیر تعمیر تھے، وہ ادھوے دلائے اور جو مکمل ہو گئے تھے وہ اب سرمایہ نہ ملٹے کی وجہ سے جاری نہ رہا سکتے تھے۔ بیکاروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لئا اور اس اضافہ کے ساتھ ساتھ کساد بزادی کا دائرة اور ذیادہ وسیع ہونے لگا۔ حتیٰ کہ اب دنیا کا شاید ہی کوئی خطہ ایسا

(੫੫)

وجود ہو جو دنیا کی اس کساد بازاری کے مایوس کن اثرات سے پودے طور پر محفوظ سمجھا جاسکے ۔ برٹش ایسوسی ایشن کے ایک حالیہ اجلاس میں اپنے خطبہ صدارت کے دران میں سر آلفرڈ ایونگ نے بڑی سچی بات کہی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں : —

“The command of nature has been put into man's hand before he knows how to command himself”

دنیا کی موجودہ معاشی مشکلات کی شاید ہی اس سے بہتر کوئی توجیہ نہ سکے ۔

ہندستانی اکادمی (صوبہ هندستان) الک آباد کے مطبوعات

- ۱— اور ملہ وسطی میں ہندستان کے معاملوں اور اقتصادی حالات -
از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ایم - اے ' - ایل ایل -
اہم - سی - بی - آنے - مجید ۱ (روپیہ ۲ آنے غیر مجلد
۱ (روپیہ -
- ۲— اُدو سروے دیورت - از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب
ایم - اے ' - ۱ (روپیہ -
- ۳— عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی
۲ (روپیہ -
- ۴— ناتن (جرمن ترجمہ) مترجمہ مولانا محمد نعیم الرحمن صاحب -
ایم - اے ' ایم - آر ' اے - ایس - ۲ (روپیہ ۸ آنے -
- ۵— فریب عمل (تراما) مترجمہ بابو جمیٹ موہن لال صاحب ' -
دوان - ۲ (روپیہ -
- ۶— کبیر صاحب - مرتبہ پلڈت مذوہر لال زتشی - ۲ (روپیہ -
- ۷— قرون وسطی کا ہندستانی تمدن - از داے بھادر مہا مہو اپادھیا
پلڈت گودی شلکر ہیرا چلد اوجھا ' مترجمہ ملشی پریم چلد -
- ۸— ہندی شاعری - از ذاکر اعظم کریمی -
- ۹— ترقی زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبد القیوم صاحب ' -
تیکی ذاکر کتر زراعت - قیمت ۲ (روپیہ -
- ۱۰— عالم حیوانی - از بابو بر جیش بھادر ' بی - اے ' ایل ایل - بی -
۶ (روپیہ ۸ آنے -
- ۱۱— معاملیات پر لکھر - از ذاکر ذاکر حسین ' ایم - اے ' بی ایچ - ڈی -
مجلد ۱ (روپیہ ۸ آنے غیر مجلد ۱ (روپیہ -
- ۱۲— فلسفہ نفس - از سید ضامن حسین ' نتوی - قیمت مجلد
۱ (روپیہ ۸ آنے غیر مجلد ۱ (روپیہ -
- ۱۳— مہاراجہ رنجیت سلگھہ - از پر وقیس سیتا رام کوہلی ' ایم - اے -
- ۱۴— جواہر سخن - جلد اول - مرتبہ مولانا کیشی چریا کوٹی -
قیمت مجلد ۵ (روپیہ ۸ آنے -

سول ایجمنٹ کتابستان ' الک آباد

باہتمام شیخ غلام اصغر ' سنی پریس ، الک آباد -
ناشر - ذاکر تارا چنڈ ' ہندستانی ایکدیمی - الک آباد -

PER (S)	DUE DATE	PPM.
14/6/68 <u>B</u>		PPM 1/21

Ram Babu Saksena Collection,

192 194.

(-->)

1941

Date	No.	Date	No.
14.6.60	946		